تذکرہ

حضرت رفاعیؒ

شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی

تذکرہ

حضرت رفاعیؒ

شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی

تعارف

کتاب —— تذکرہ حضرت رفاعیؒ

مصنف —— شاہ قادری سید مصطفےٰ رفاعی ندوی

مقدمہ —— مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم

پیش لفظ —— حضرت شاہ صوفی سید عبدالرب اناوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتوبِ گرامی —— حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحبؒ

عرضِ مؤلف

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اما بعد!

بلادِ اسلامیہ، ممالکِ عربیہ میں طریقت کے دو سلسلے۔ قادریہ اور رفاعیہ۔ بہت مشہور اور رائج ہیں۔ ان سلسلوں کے بانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہما ہم عصر، بلند پایہ، کامل ہستیاں تھیں۔ دونوں ہستیوں کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے اور ایک، دوسرے کا اکرام و اعزاز ہر دو کی مجلسوں میں پایا جاتا تھا۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد ان دو مسلکوں کے ماننے والوں میں توحش و تنافر پیدا ہو گیا۔ تنازع اس مسئلہ پر ہوا کہ سردارِ اولیاء کون ہے؟

رفاعی فقراء شد و مد کے ساتھ حضرت رفاعی قدس سرہٗ کو سردارِ اولیاء ثابت کرتے تھے، حضرت رفاعیؒ کی ولادت کی بشارت دیتے ہوئے عارفِ جلیل شیخ منصور بطائحی سے خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

مِثْلَ مَا اَنَا رَأْسُ الْاَنْبِيَاءِ كَذٰلِكَ هُوَ رَأْسُ الْاَوْلِيَاءِ عه — "جس طرح میں انبیاء کا سردار ہوں وہ بھی اولیاء کا سردار ہوگا"

اس قسم کی اور چیزوں سے اپنے دعوے کو ثابت اور قوی کرتے تھے اور حضرت سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے بعض ملفوظات و مواعظ سے آپ کو "صاحبِ شطحیات" قرار دیتے تھے۔

قادری مریدین خود حضرت رفاعی قدس سرہٗ کے ایک ملفوظ

"جو شخص عبد القادر سا "سید الاولیاء" دیکھ کر مجھ ایسے کے دیکھنے کی آرزو کرے وہ کچھ نہیں، میں تو ان کی رعیت ہوں" عه

عه المعارف المحمدیہ فی الوظائف الاحمدیہ ص۳۱، رموز الفقراء ص۲۹، المجموعۃ الصغریٰ ص۵ ۔ عه الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم جلد اول ص۱۰۱

اور اس قسم کی اور چیزوں سے حضرت جیلانی کی سرداری ثابت کرتے تھے۔

اس مسئلہ میں بڑی افراط و تفریط ہوئی، دونوں فریق، فرقِ مراتب کا لحاظ کرنے کے بجائے نظر انداز کئے ہوئے حد سے متجاوز ہو گئے۔ اس موضوع کی تفصیل تریاق المحبین اور الفتح المبین اور المعارف المحمدیہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس صورتِ حال کو قابو میں لانے کے لئے اور دونوں فریق کو جادۂ وسطیٰ پر چلانے اور صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے بندہ مؤلف کے اجداد نے جو نسباً قادری یعنی حضرت سید عبدالرزاقؒ بن حضرت جیلانیؒ کی اولاد۔ تھے اپنے قادری طریقۂ اصلاح کے ساتھ رفاعی طریقۂ اصلاح کو اختیار فرمایا اور اپنے اس طریقۂ و سلوک کا نام "احمدی قادری" رکھا۔ چنانچہ طریقۂ رفاعیہ میں فقیر ہونے کے لئے پہلے طریقۂ قادریہ میں مرید ہونا لازم قرار دیا گیا۔ یہاں اس پر تفصیل مطلوب نہیں ہے، یہ ایک مستقل موضوع ہے اور اہم بھی بالکل نیا بھی۔ دو صدی پیشتر[1] اس خانوادے کے بزرگ، دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد کے لئے ہندوستان تشریف لائے، تبھی سے یہاں یہ سلسلۂ احمدیہ قادریہ" چلا، پھولا پھلا ہے۔ آج ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہزاروں کی تعداد میں اس مسلک کے ماننے والے فقراء موجود ہیں۔

حقیر بندہ جب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے آخری درجہ "فضیلت" میں پہنچا جس میں سندِ فراغ کے لئے کسی موضوع پر یا کسی شخصیت پر عربی میں مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے تو یہ دونوں عظیم ہستیاں حضرت جیلانیؒ، حضرت رفاعیؒ طبعاً سامنے آ گئیں کہ ان میں سے کسی پر لکھنا چاہئے۔ بندہ کسی ہستی کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکا۔ محسنِ گرامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی کے مشورے اور حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کے مبارک ایماء پر بندے نے حضرت رفاعی قدس سرہٗ کی ہستی کو اپنے مقالہ کا موضوع بنایا۔ الحمد للہ لطیف پیرائے میں دونوں عظیم ہستیوں کو ان کے اپنے "عطائی مرتبہ" "وہبی مقام" پر فائز و قائم رکھنے کی اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے۔

سیرت و سوانح کا کسی شخصیت کے تعارف و تذکرہ کا جو طرزِ تحریر اوائل میں پایا جاتا

---

[1] یہ طریقہ بندے کی گیارھویں پشت حضرت سیدنا شاہ قادری سید محمد رفاعی قدس سرہٗ سے چلا ہے نسب نامۂ آبائی مطبوعہ ص ۳

ہے۔ اس سے بالکل ہٹ کر ایک نئی روش اختیار کرتے ہوئے مقالے میں اس عظیم ہستی کے معمولات، دینی مشغولیات، مذہبی خدمات، ذاتی اوصاف و کمالات، اخلاق و عادات کو خصوصی طور پر نمایاں اور اجاگر کیا گیا ہے، تذکرۂ حالاتِ زندگی اور کرامات بھی پیش کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ مقالہ عربی زبان میں تھا جس سے ہندوستان اب بہت کم آشنا ہے اس لئے اکابر نے بالخصوص محترم والد صاحب[1] نے اپنی تمنا اور خواہش کا اظہار بطریقِ اصرار کیا کہ اس کا اردو ترجمہ ہونا چاہئے۔ بندے کا ارادہ حضرت رفاعی قدس سرہٗ پر مستقل اردو میں لکھنے کا تھا۔ حضرات اکابر نے اس کو پسند بھی فرمایا لیکن شدید اصرار کی وجہ سے فی الحال ترمیم و اضافہ کے ساتھ ترجمہ ہی پیش ہے۔

حضرت رفاعی قدس سرہٗ کی متحرک، پاکیزہ زندگی امت اور امت کے ہر طبقہ کے لئے رہنما بن سکتی ہے، یہی کسی دینی شخصیت پر کسی لکھنے والے کا مقصود ہوتا ہے۔۔۔ اور اس شخصیت کو پڑھنے والے کا مقصد بھی یہی ہونا چاہئے۔

یہ بندۂ حقیر کی خوش بختی، نیک نصیبہ ہے کہ حضرتِ والا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی نے اس کتاب پر مقدمہ تحریر فرما بھیجا۔

حضرت والا نے اپنی قیمتی مصروفیات کے باوجود بندۂ حقیر پر احسانِ عظیم فرمایا۔ مخدوم گرامی شاہ سید عبدالرب صوفی صاحب نے ماشاء اللہ بندہ کی درخواست کو نہایت انبساط و انشراح کے ساتھ قبول کرتے ہوئے "پیش لفظ" تحریر فرما بھیجا، دراں حالیکہ آنمخدوم کافی ضعیف اور معذور ہیں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنِّی اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

کتاب سے پہلے حضرت شیخی و مولائی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے گرامی نامہ کو زینت بنایا گیا ہے۔

یہ تین چیزیں اصل کتاب سے زیادہ قیمتی اور گراں قدر ہیں۔ اللہ پاک انہیں تین تحریروں کی لاج میں کتاب کو قبول فرمالے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز۔

بندہ **مصطفٰی رفاعی**

جمعہ ۱۹؍ اپریل ۱۹۷۴ء م ۲۵؍ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

---

[1] والد محترم جناب شاہ قادری سید غوث اللہ رفاعی کا ۲۵؍ مئی ۸۳ء کو انتقال ہوا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

بخشش و نوازش

مکتوبِ گرامی حضرت شیخی شیخ الکل قطب العالم العلامہ شیخ الحدیث حضرت محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم و زیدت فیوضہم

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

عزیزم سید رفاعی سلمہٗ

بعد سلام مسنون!

اسی وقت تمہارا ایئر لیٹر مورخہ ۱۱ فروری، ۲۰ کو ملا۔ اس سے پہلے بھی تمہارا خط پہنچا تھا، اس کا جواب لکھوا چکا ہوں۔ امید ہے کہ خط لکھنے کے بعد پہنچ گیا ہوگا۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ علی میاں نے بنگلور آنے کا وعدہ فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو قوت و ہمت عطا فرمائے۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ بھٹکل کے سہ روزہ قیام میں مولانا تم سے مسرور رہے۔ تم بھی وقتاً فوقتاً وقت نکال کر مولانا کے پاس جاتے رہو، تمہارے لئے اس ناکارہ کو دعاؤں سے تو پہلے دریغ تھا نہ اب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رضا و محبت عطا فرمائے، تمہارے احوال سے بہت مسرت ہے۔ اس سے بھی مسرت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے تمہیں تجارت میں برکت عطا فرمائی ہے، اس کا شکریہ ادا کرو۔ علی میاں نے جو تمہیں تمہارے والد صاحب کے حلقہ اثر پر توجہ کی نصیحت کی ہے اس کا ضرور خیال رکھو۔ تمہارے والد صاحب کے لئے دعا کا پہلے خط کے بعد بہت اہتمام کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور میری سیئات سے درگذر فرمائے۔ احباب سے بھی اس کی تاکید کر دی ہے اور ابھی حرم شریف جانے کا وقت ہے روضۂ اقدس پر بھی ان شاء اللہ دعائے مغفرت کروں گا۔

آپ کی تازہ تصنیف "تذکرۂ رفاعی" کی تکمیل طباعت اور مقبولیت کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول فرمائے، لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ تمتع نصیب فرمائے۔ اس سے بھی مسرت ہے کہ علی میاں نے اس پر مقدمہ لکھنے کا وعدہ فرمالیا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ

۲۳ فروری ۱۹۷۴ء مدینہ منورہ

پیش لفظ

حامیٔ شریعت، قامعِ بدعت، حضرت مولانا شاہ سید عبد الرب صاحب صوفی زید لطائفہم
مجازِ حضرت مخدومنا و مولانا شاہ محمد عیسیٰ صاحب نوراللہ مرقدہٗ صاحبِ "انفاسِ عیسیٰ"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اما بعد
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ناچیز کے پُر محبت، مخلص اور نوجوان کرم فرما شاہ قادری جناب مولانا سید مصطفیٰ رفاعی سلمہٗ ربہٗ نے اپنی تازہ تالیف "تذکرہ حضرت رفاعیؒ" کا ایک نسخہ بذریعہ ڈاک ارسال فرما کر اس کے لئے "پیش لفظ" لکھنے کی فرمائش کی۔ کتابِ مستطاب کو وصول کر کے ناچیز نے خود نابینا ہونے کے سبب اپنے مخلص مولوی محمد معراج صاحب سلمہٗ سے اس کی سماعت شروع کر دی۔ عزیزی محمد معراج سلمہٗ فہمِ سلیم کے مالک اور جادۂ مستقیم کے سالک ہیں۔ اور جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ناظمِ اعلیٰ دار العلوم ندوۃ العلماء سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں۔ موصوف نے کتاب موصوفہ کی قراءت بڑی محنت اور شوق و رغبت سے کی اور ناچیز نے اس کی سماعت میں لطفِ عظیم پایا۔ ہر چند کہ ناچیز ضعیف اور بیمار ہے اور متعدد عوارض کا شکار رہے لیکن سماعت میں بجائے تکان اور بار محسوس کرنے کے شگفتگی، تازگی اور زندگی محسوس کی۔ یہ چھوٹی سی تقریباً ہونے دو سو صفحات کی کتاب لعل و جواہر کا خزانہ ہے۔ یہ کتاب دس عدد ابواب اور ایک سو اکاون عدد عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضرت رفاعیؒ کا سبق آموز تذکرہ ہے جو راہِ شریعت، جادۂ حقیقت اور رموزِ طریقت کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہر عنوان کے ماتحت اجمالی اور دلچسپ گفتگو کی گئی ہے۔ ان اجمالات کی نہایت واضح اور مفید شرح لکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس مختصر "پیش لفظ" میں اس کی نہ گنجائش ہے اور نہ پیش لفظ کا یہ موضوع ہے۔

مؤلف سلمہٗ شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی سلمہٗ ہر چند کہ ابھی نو عمر ہیں لیکن

وہ علم و فضل کے محاسن سے آراستہ ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل ہیں اور عہدِ حاضر کے ممتاز اور مشہور و معروف، کتاب و سنت کے علوم کے بہت بڑے حامل اور بیعت و تربیت کے مرشد و مربی اور شیخِ کامل جناب مولانا الحاج والحافظ والشاہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم مقیم حال آستانۂ رسالت مدینہ منورہ کے مسترشد و مرید و محبوب اور خلیفہ و مجاز (بواسطہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) ہیں اور اپنے دوامِ طاعت و ذکر اور مشغلۂ علم و فضل کے سبب برابر جادۂ ترقی پر گامزن ہیں۔ موصوف نے "تذکرۂ حضرت رفاعی" تالیف فرما کر لعل و جواہر لٹائے ہیں اور طریقت و درویشی کے موتی بکھیرے ہیں اور عام مسلمانوں پر بالعموم اور رفاعی خانوادے کے متعلقین فقراء و سالکین و مریدین پر بالخصوص احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ یہ ناچیز تمام عام مسلمانوں کو بالعموم اور رفاعی مسلک کے منتسبین کو بالخصوص مبارکباد پیش کرتا ہے کہ ان کو اصلاحِ ظاہر و باطن کے لئے ایک بیش بہا واسطہ اور ذریعہ دستیاب ہو گیا، اور یہ ناچیز مؤلف سلمہٗ کو اس خیرِ عظیم پر جو تالیف "تذکرہ" کے ذریعہ ان کو منجانب اللہ عطا ہوئی مبارکباد دیتا ہے، اور ان کے لئے حیاتِ صالحہ، طویلہ، طیبہ اور صلاح و فلاحِ دارین کی دعا کرتا ہے۔

مؤلف سلمہٗ نے "تذکرۂ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ" کے ساتھ اپنا جو مکتوب ارسال کیا ہے اس میں یہ بھی اطلاع دی ہے کہ "دیباچہ و مقدمہ" لکھنے کی غرض سے کتاب موصوف کا ایک نسخہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں بھی بھیجا گیا ہے۔ اس اطلاع سے ناچیز کو بڑی مسرت ہوئی، یہ نفیس و لطیف تذکرہ اس کا مستحق ہے کہ کوئی جلیل القدر اور عظیم الشان شخصیت اس کا مقدمہ تحریر کرے۔ علی میاں ایک پختہ کار، صاحبِ طرز، انشاء پرداز ہیں اور تاریخِ اسلامی کے حق پرست مؤرخ ہیں۔ ان کا قلم نہایت مشاق اور ان کا طرزِ تحریر شہرۂ آفاق ہے۔ ان کے "مقدمہ" سے "تذکرۂ ہذا" میں چار چاند لگ جانے کی توقع بے جا نہیں ہے۔ موصوف دریائے علم و فضل کے شناور اور بحرِ حقیقت کے غواص اور راہِ درویشی کے مربی اور رہنما ہیں۔ خاندانی طور پر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے کے وارث اور اکابر صوفیاء و علماء کے فرزند و جانشین ہیں اور عہدِ حاضر کے عظیم الشان شیخِ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز و خلیفہ ہیں، ان کا لکھا ہوا مقدمہ قابلِ دید ہو گا جس کو پڑھ کر تذکرۂ ہذا ناظرین کے لئے مفید سے مفید تر ہو جائے گا۔

ناچیز کا ارادہ "تذکرہ" کا خلاصہ یا اسکی شرح لکھنے کا نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ یہ پیش لفظ" کا موضوع ہے، لیکن چند ایسے امور کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے تذکرہ کی افادیت میں سہولت اور اعتبار پیدا ہو جائے۔

حضرت رفاعیؒ" کے فضائل و کمالات و مجاہدات و کرامات، ناظرین تذکرہ سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ جن میں سے ایک فضیلت بلکہ افضلیت پیش نظر رکھنے کی ہے کہ حضرت رفاعیؒ نسبا سید حسینی ہیں اور شجرۂ نسب تذکرہ میں موجود ہے، لیکن یہ شرف کسی خوش نصیب ولی کو بطور بشارت ذہنی شاید نصیب ہوا ہو، جو حضرت رفاعیؒ کو نصیب ہوا کہ جب آپ بطن مادر میں زادیہ نشین تھے تو آپ کے ماموں شیخ منصور بطائحی کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری سنائی کہ تمہاری بہن کی آغوش میں چالیس دن بعد ایک بچہ تولد ہوگا جس کا نام احمد ہے اور جس طرح میں تمام پیغمبروں کا سردار ہوں اسی طرح یہ بچہ تمام اولیاء اللہ کا سردار ہوگا۔ جب یہ سات سال کی عمر کو پہنچے تو اس کو مولٰنا قاری علی واسطی کی خدمت میں بغرض تحصیل علم کے لئے لے جانا، چنانچہ حضرت رفاعیؒ کی ولادت ام عبیدہ سے قریب ایک قصبہ "حسن" میں پندرہ رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ بڑے پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ اولیاء اللہ کی بزرگی میں باہم مقابلہ کرنا ناپسندیدہ اور خلاف ادب ہے۔ چنانچہ قادری فقراء اور رفاعی فقراء میں جب باہم تفضیل کی بحث پیدا ہوئی تو مؤلف سلسلہ کے اکابر جو نسبتاً قادری تھے، اس صورتحال کو خطرناک اور اس بحث کو غیر محمود نہیں بلکہ مضر و نقصان دہ سمجھ کر انہی طرف سے پیش قدمی – جو نہایت ہی مبارک اور بروقت تھی – کرکے طے کیا کہ اپنے طریقۂ قادریہ کے ساتھ طریقۂ رفاعیہ کو ملحق کر لیا جائے۔ اس طرح ہر رفاعی درویش کو طریقۂ قادریہ سے منسلک ہونا ضروری ہو گیا۔ اور ہر قادری مرید کو رفاعی طریقہ سے توحش و تنافر دور کرکے الفت و محبت اور انس و تمکن اپنے پر لازم کرنا پڑا۔ ان اکابر نے اس طریقہ "احمدیہ قادریہ" کے سلوک میں دونوں عظیم مبارک سلسلوں کی خصوصیات و امتیازات کو سمو لیا اس طرح "کتاب تصوف" میں ایک نئے "باب" کا اضافہ ہوا، جو قادریت و رفاعیت کا عطر اور نچوڑ اور سنگم تھا۔ اس طرح ایک ایسی فضا قائم ہوئی جس سے دونوں بزرگ ہستیوں کا احترام اور مقام بحال ہوا۔ اور ایسا ہونا نہایت ضروری تھا، کیونکہ ان دو عظیم ہستیوں کے مابین تعلقات نہایت خوشگوار اور مودبانہ تھے۔ چنانچہ

حضرت رفاعی قدس سرہٗ نے بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ کی مدح و ثنا، اپنی خود شکنی اور فروتنی کے لہجہ میں اس طرح کی ہے کہ:

"جس نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت کر لی اور پھر اس کو میری زیارت کا شوق ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔"

اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ان الفاظ میں حضرت رفاعیؒ کی مدح و ثنا اپنے مریدین کے سامنے کی ہے کہ:

"اللہ کا ایک بندہ ہے جو مقامِ عبدیت پر فائز ہے اور اپنے مریدین کا نام بدبختوں کی فہرست سے مٹا کر سعادت مندوں، نصیبہ وروں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے۔"

بڑے پیر کے علاوہ تمام مشائخ زمانہ نے حضرت رفاعیؒ کی مدح و ثنا سے اپنے نطق کو سرفراز کیا ہے۔ لیکن حضرت رفاعیؒ کے مقام بلند اور فضلِ عظیم کے لئے بیداری کا واقعہ حرف آخر کا حکم رکھتا ہے جو حضرت رفاعیؒ کی شانِ عظیم کا گواہ ہے۔ جب آپ حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں حاضر ہوئے تو کیف و سرور میں غرق ہو کر بے محابا عرض کیا السلام علیک یا جدی یعنی اے میرے جدِ امجد آپ کی بارگاہ میں سلام عرض ہے، تو مزار مبارک سے یہ آواز حاضرین کو صاف سنائی دی وعلیک السلام یا ولدی لیجئے اے میرے فرزند عزیز تجھ پر بھی سلام ہو، اس کے بعد حضرت رفاعیؒ نے عرض کیا کہ "حضور کی مفارقت میں آستانہ سے دوری کی حالت میں میری روح حاضر ہو کر پروانہ وار قربان ہوتی تھی۔ اب یہ بندہ اصالتاً حاضرِ آستانہ ہے۔ اپنا دستِ مقدس عنایت فرمائیے۔ تاکہ دست بوسی کر کے سکون حاصل کر دوں۔"

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

فھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

معاً آفتاب سے روشن تر، مزارِ مبارک سے ایک ہاتھ نمودار ہوا، جس سے رات، دن سے زیادہ روشن ہو گئی اور آپ نے اس کو بوسہ دیا، جس کے بعد دستِ مبارک پھر قبر شریف میں

واپس ہوگیا۔ بیداری کے اس واقعہ کے وقت بڑے بڑے علماء، عرفاء اور صوفیاء حتیٰ کہ خود بڑے پیر صاحب قدس سرہٗ بھی موجود تھے۔ جس کے بعد حضرت رفاعیؒ نے اپنے جسدِ مبارک کو دروازہ میں ڈال کر یہ حلف دی کہ میری گردن پر پیر رکھ کر زائرین باہر نکلیں۔ فرطِ ادب سے عام طور پر اس کی تعمیل نہیں کی گئی۔ ہاں بعض نادانفوں اور رتبہ ناشناسوں نے یہ بھی کر دیا۔

پیدائش کے لئے بشارت اور زیارت کے وقت یہ فضیلت و کرامت صرف دلچسپی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ حضرت رفاعیؒ کی مقبولیت عند اللہ اور فضیلت عند الناس کے لئے ہے اور یہ تعارف بھی محض لطف و لذت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس مقبولِ بارگاہِ الٰہی کے ارشادات سے نفع اندوزی کے لئے اور رضا طلبی اور خدا رسی کی منزلیں طے کرنے کے لئے ہے۔

رفاعی فقراء اور عام مسلمان اپنے اپنے اوقات اور قلوب و حالات کا جائزہ لے کر اپنی اصلاح کرلیں۔ ورنہ اس اتمامِ حجت کے بعد مواخذۂ اخروی کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا۔ حضرت رفاعیؒ مجاہدہ و ریاضت، تزکیہ و تربیت، اصلاح و ہدایت کے راستہ پر تمام عمر گامزن رہ کر اور فیوض و برکات کے دریا بہا کر بروز پنجشنبہ بوقت ظہر ۱۲ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں ۶۶ سال ۶ ماہ کی عمر میں عارضۂ اسہال میں مبطون ہو کر حسبِ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کا مزارِ مبارک ام عبیدہ میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

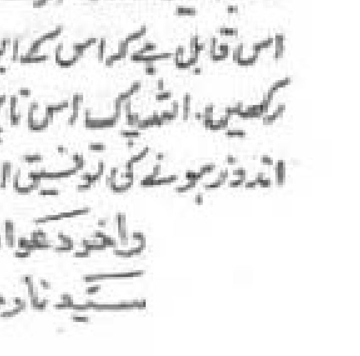
یہ مقبولیت عند اللہ اور فضیلت عند الناس جس کا بیان سطورِ بالا میں کیا گیا ہے وہ جس نسبی شرافت اور کسبی مجاہدہ و ریاضت اور عام خلق اللہ کے ساتھ شفقت اور علوم ظاہری و باطنی کے اکتساب کے لئے جس دوامی مشقت اور استمراری استحضار و ہمت کا نتیجہ ہے اس کا بیان "تذکرۂ حضرت رفاعیؒ" میں پڑھا جا سکتا ہے۔ حضرت رفاعیؒ نے جس طرح اپنی خود شکنی کی اور جس طرح اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا اور جس طرح غلط کار متصوفین کے ساتھ جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کیا اور جس طرح سنت و شریعت کا عملی طور پر عمر بھر عملی نمونہ پیش کیا اور جس طرح اخلاص کے ساتھ فروتنی اور خاکساری کے راستہ سے خلق اللہ کی ہدایت کی، اس کو "تذکرہ" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ کا زمانہ چھٹی صدی ہجری کا وہ پُرفتن عہد ظلمانی ہے۔ جب باطل پرست صوفیہ اور دنیا دار شاہ صاحبان نے برملا شریعت و سنت کے خلاف ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کو ناقابلِ اعتنا و کم درجہ کا عمل سمجھ رکھا تھا اور شریعت و طریقت میں تخالف و تباین کا عقیدہ اور سنت و شریعت کی ناقدری کی رسم عام ہو گئی تھی۔ ان دنیا دار متصوفین کی مجالس میں

نکتہ آفرینیوں، رموز واسرار کی باریکیوں، منازل سلوک کی دشواریوں، تاویلات وتوجیہات کی موشگافیوں، شطحیات اور دعاوی کی دھوم دھام تھی، اور گمراہ کن مباحث مثلاً حلول واتحاد، تقسیم شریعت وطریقت، سقوط واستثناء کی گرما گرمی تھی۔ حضرت رفاعیؒ نے برملا ان خرافات کا مقابلہ کیا اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی ضرورت کو ثابت کیا اور شریعت وسنت کا اعتبار عام کیا۔ اللہ پاک نے آپ کی تدریسی مجلسوں میں وہ اثر اور وہ کشش پیدا کی کہ مقام "واسط" کی طرف نزدیک ودور سے طالبانِ علم، فوج در فوج جمع ہوگئے اور آپ کی شاگردی سے بے شمار شائقین مستفید ہوئے۔ اسی کے ساتھ آپ کی تقریر ایسی پراثر ہوتی تھی کہ وعظ کے بعد شائقینِ توبہ اور طالبینِ بیعت ہزاروں کی تعداد میں در دولت پر جمع ہوجاتے تھے۔ آپ نے اصلاحِ ظاہر وباطن میں وہ خارقِ عادت کامیابی حاصل کی کہ آپ کے مریدوں کا کوئی شمار نہ تھا اور خلفاء ومجازین کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی تھی، بیان کے وقت آپ کی آواز میں وہ اعجازی تاثیر نظر آتی تھی کہ جب آپ ام عبیدہ میں وعظ کہتے تو قریب کی بستیوں کے باشندے اپنی چھتوں پر بیٹھ کر وعظ کی سماعت کرتے حتیٰ کہ کانوں کے بہروں کو بھی اللہ تعالیٰ قوتِ سماعت عطا فرما دیتے تھے۔

یہ ناچیز قارئین کرام سے درخواست کرتا ہے کہ وہ "تذکرہ" کا مطالعہ اس طرح کریں کہ قبولیت عنداللہ اور اخلاص کی صفت پیدا کرنے کے لئے حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعملی نمونہ کو مشعلِ راہ بنا دیں۔ اور حضرت موصوف کے ارشادات کو سامنے رکھ کر اپنے حالات کی اصلاح کریں۔ یہ "تذکرہ" اس قابل ہے کہ اس کے ابواب کو وظیفے کی طرح سالکینِ طریقت اور طالبینِ مقبولیت برابر اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ اللہ پاک اس ناچیز کو اور جملہ قارئین کو اور تمام مسلمانوں کو اس "تذکرہ" کے مضامین سے فیض اندوز ہونے کی توفیق ارزانی فرما دیں۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلوٰۃ وسلام علیٰ
سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک
یاارحم الراحمین

فقط ناچیز **عبدالرب صوفی** عفی عنہ
۳۳، بدھواری آباد۔ یوپی ——— ۱۰ اپریل ۱۹۸۳ء



مقدمہ

حضرت محسنِ ملت، مفکرِ اسلام، مربی زمانہ، علامہ وقت حضرت

شاہ سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد!

امتِ محمدیہ میں جن اولیاء کرام اور چیدہ برگزیدہ شخصیتوں کو قبولِ عام اور بقائے دوام حاصل ہوا، اور ان کی شہرت اپنے ملک اور اپنے زمانے کے حدود سے نکل کر دنیا کے دور دراز گوشوں اور بعید سے بعید تر زمانوں تک پہنچی۔ ان میں ایک ذات حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی بھی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایسی عام شہرت اور مقبولیت بہت کم بزرگوں کو حاصل ہوئی ہو گی جو حضرت سید احمد رفاعی کو حاصل ہوئی۔ ان کا سلسلہ اب بھی زندہ ہے، اور جو حیثیت ہمارے مشرقی دیار میں سلسلۂ چشتیہ عالیہ کو حاصل ہے وہ بلادِ عربیہ میں سلسلۂ رفاعیہ کو حاصل ہے۔ کرامات و خوارق کے ظہور میں بھی اور مقبولیت و محبوبیت کے باب میں بھی ان کا پایہ بہت بلند اور سیدنا عبد القادر جیلانی سے ان کو بڑی مناسبت ہے۔

لیکن اس عام شہرت و قبولیت کا ایک نتیجہ تاریخ اسلام میں ان مبالغہ آمیز واقعات اور بے سرو پا روایات و حکایات کی شکل میں آشکارا ہوا ہے، جو غالی معتقدین، یا غیر محتاط مصنفین نے ان بزرگوں کی طرف منسوب کر دی ہیں، اور جنہوں نے ان کی عظمت کے اصل چہرہ اور ان کے حقیقی جمال و کمال پر پردہ ڈال دیا ہے۔ گویا یہ شہرتِ عام کو ایک خراج ہے، یا چاند کے روشن چہرہ کا ہالہ ہے۔ جس سے مفر نہیں، ان بزرگوں کا کوئی تذکرہ پڑھیے تو بقول ایک مورخ کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے، نہ لوازم البشریہ سے ان کو کوئی سروکار تھا، نہ تدریس و تصنیف کا کوئی ذوق، نہ اصلاح و تبلیغ کا کوئی جذبہ، نہ خدمتِ خلق کا کوئی مشغلہ، بس ان کا محبوب ترین مشغلہ قانونِ قدرت کا توڑنا اور موالید ثلاثہ اور عناصر اربعہ پر اپنی حکومت اور فرماں روائی قائم

کرتا تھا۔ اور گویا قضا و قدر کے فیصلوں سے ان کو کوئی ضد تھی، کہ وہ ہمیشہ ان کو بدلتے اور عالمِ تکوینی میں مداخلت کرتے نظر آتے ہیں۔

اس باب میں بھی حضرت سید احمد رفاعیؒ کی مظلومیت بہت بڑھی ہوئی ہے، خال خال بزرگ ہی اس بارے میں ان سے بڑھتے ہوئے نظر آئیں گے جس بزرگ کی زندگی کا جوہر خود شکنی، نفس کشی، خاکساری، دشمن نوازی، اتہامِ نفس اور دوسروں کے ساتھ حسنِ ظن، نکتہ نوازی و عذر خواہی، بلا تفریق مذہب و ملت ہر انسانی ہستی اور مخلوقِ خدا کی دل جوئی اور دل نوازی، احترامِ انسانیت، ٹوٹے ہوئے دلوں کا جوڑنا، اور غم خواری و غم گساری تھا، اس کی زندگی کو، کرامات و خوارق اور تصرفات کے تو بر تو پردوں میں ایسا چھپا دیا گیا کہ اس کا چہرۂ زیبا خود اس کے عقیدت مندوں سے مستور ہو گیا اور اب اس کے خد و خال کو دکھانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ آخری صدیوں میں تو ان کے سلسلہ میں ایسی غیر مستند باتیں اور عوام کو متاثر کرنے کے لئے ایسے "شعبدے" اور کمالات داخل ہو گئے تھے کہ ان کا سلسلہ ہندوستان کے "مداری" اور "قلندری" سلسلہ کی طرح عجائبات کا رمز و نشان بن گیا تھا۔ اور اپنے اپنے زمانہ کے حامیانِ شریعت اور مصلحینِ امت کو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی ضرورت پیش آگئی تھی، جو نتیجہ تھی صرف اپنے کو اس سلسلہ کی طرف منسوب کرنے والے غالی معتقدین یا پیشہ ور منتسبین کی بے راہ روی کا۔

ہندوستان کا جب سے بلادِ عربیہ سے تعلق قائم ہوا اور وہاں کے شیوخِ طریقت کی آمد و رفت شروع ہوئی، اسی وقت سے رفاعی سلسلہ بھی ہندوستان میں داخل ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے گجرات اور جنوبی ہند کا تعلق قائم ہوا۔ اور وہاں جابجا رفاعی سلسلہ کی خانقاہیں بنیں، عوام میں سید احمد کبیرؒ کے نام سے ان کو شہرت حاصل ہوئی اور جہلاء نے مشروع اور غیر مشروع طریقے پر ان کی ذات کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور بعض ایسی رسوم وجود میں آئیں جن کو شریعت اسلامی کبھی جائز قرار نہیں دے سکتی۔ عربی میں تو ان کے حالات و کمالات میں درجنوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں، مستند تذکروں میں ان کے بڑے مؤثر، ایمان افروز، سبق آموز حالات محفوظ ہیں، جن سے ان کا علوئے مرتبہ، قوتِ نسبت اور محاسنِ اخلاق کے وہ نمونے سامنے آتے ہیں، جن کو پڑھ کر نہ صرف مسلمان و صاحبِ ایمان، بلکہ غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، خصوصیت کے ساتھ ان کے مکارمِ اخلاق، انسان دوستی، ہمدردئ خلائق اور ایثار کے واقعات بجلی کا سا اثر رکھتے ہیں۔ ضرورت تھی کہ اردو میں بھی جدید ذوق کے مطابق کوئی کتاب مرتب کی جاتی جس میں

ان کی اصل شخصیت، اور زندگی کا جوہر نمایاں کیا جاتا، یہ نہ صرف ان کے سلسلہ کی ایک عظیم خدمت تھی، بلکہ اسلام کی بھی ایک گراں قدر خدمت ہے کہ ان کے حالات میں نیک دل غیر مسلموں اور خلائق دوستی کی دعوت دینے والوں کے لئے بہت بڑا مواد ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ کام ہمارے عزیز مولوی سید مصطفیٰ رفاعی ندوی نے بڑے سلیقہ سے انجام دیا ہے۔ ان کا خاندان عرصے سے ہندوستان میں اس سلسلہ کا علم بردار اور ریاست کرناٹک میں مرجع خلائق رہا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ کی محبت و عقیدت اپنے خاندان سے ورثے میں پائی۔ اور خیالات کا توازن و اعتدال، شریعت کا ادب و احترام اور اس کو ہر چیز پر ترجیح، کتاب و سنت کو حق و صداقت کا معیار اور اتباع سنت کو مقبولیت و وجاہت عند اللہ کا دار و مدار قرار دینا، اپنے اساتذہ، اور درسگاہ اور اپنے شیخ بیعت سے پایا۔ اور اس طرح ان کے اندر اس کتاب کی تصنیف کی صلاحیت پیدا ہوئی۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ پوری کتاب افراط و تفریط سے پاک ہے، اور کہیں عقیدتمندانہ غلو نہیں پایا جاتا، لیکن بڑی حد تک اس میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اس کی قدر دوسرے تذکروں کے دیکھنے سے ہوتی ہے جن کا بالاستیعاب پڑھنا بھی اس زمانے کے صحیح الخیال لوگوں کے لئے ایک مجاہدہ سے کم نہیں۔ میں اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے اس کو لفظ بہ لفظ نہیں پڑھ سکا۔ لیکن کتاب پر ایک نظر ڈالی جس سے عزیز مصنف کی محنت اور خلوص کا اندازہ ہوا۔ امید ہے کہ عمر و قلم دونوں کی پختگی کے بعد کتاب ارتقاء کے منازل سے گذرے گی اور نقشِ ثانی، نقشِ اول سے بہتر اور تابندہ ہی ہوگا۔

بعض خاص اسباب کی بنا پر ادھر چند سال سے حضرت سید احمد رفاعیؒ کے حالات، اور ان کے سلسلہ کے تعارف میں بہت سی قدیم کتابیں جو قلمی یا نادر تھیں، اور کئی جدید کتابیں نئے اسلوب میں شائع ہوئیں۔ ان کتابوں کی اشاعت میں ہمارے فاضل و محترم دوست سید یوسف رفاعی سابق وزیر اوقاف کویت کی مساعی کو خاص دخل ہے، عزیزی مولوی مصطفیٰ رفاعی نے ان کتابوں نیز قدیم تذکروں سے پورا فائدہ اٹھایا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ان کا عطر اس کتاب میں اردو داں طبقہ کے لئے پیش کر دیا۔ ریاستِ کرناٹک پہلے بھی اپنے پھولوں اور خوشبودار

۱؎ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

سامان اور مشام نوازی کے لئے مشہور تھی۔ اب یہ ایک نیا جاں نواز اور عطر بیز جھونکا اس طرف سے آیا ہے، امید ہے کہ یہ خصوصیت کے ساتھ اہلِ سلسلہ اور عمومیت کے ساتھ اہلِ محبت واہلِ ایمان کے لئے فرحت بخش اور ایمان افروز ثابت ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مصنف کے لئے مفید بنائے اور قارئین کے لئے بھی۔

ابوالحسن علی ندوی

یکشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ —
۱۴ اپریل ۱۹۷۴ء

دائرہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ - رائے بریلی

فردِ فرید

لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

(خداوند قدوس کی قدرت سے یہ عجیب نہیں ہے کہ تمام عالم کو ایک فرد میں سمو دے)

سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا وَذُخْرُنَا فِيْ دُنْيَانَا وَاٰخِرَتِنَا الْاِمَامُ الْحُجَّةُ الْعُمْدَةُ الْقُدْوَةُ الْعُدَّةُ الْجَامِعُ بَيْنَ شَتَاتِ الْمَحَامِدِ الدَّالُّ عَلَى اللّٰهِ بِاَحْوَالِهٖ وَالْقَائِدُ اِلَيْهِ بِاَقْوَالِهٖ وَاَفْعَالِهٖ مَنْ اَطْبَقَ عَلٰى وِلَايَتِهٖ الْاَبْرَارُ وَشَهِدَ بِفَضْلِهٖ الْاَئِمَّةُ الْاَخْيَارُ حَضْرَةُ الْغَوْثِ السَّيِّدُ اَحْمَدُ الْكَبِيْرُ الرِّفَاعِيُّ الْحُسَيْنِيُّ الْاَمْجَدُ قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهٗ وَضَاعَفَ اَنْوَارَهٗ.

وہی فردِ فرید ہیں جن میں تمام عالم سمویا ہوا تھا۔

اولیاء اللہ کا شعار

امتِ مسلمہ کے اولیاء اللہ کا... جن کا تاریخ دعوت و عزیمت میں نمایاں کردار رہا اور انہوں نے دین و شریعت، حق و صداقت کا بول بالا کیا، اور شرک و بدعات، رسوم و رواجات کا خاتمہ کیا... شعار رہا ہے کہ ان کے اوقات ہمیشہ پُر رہے ہیں چاہے علمی مشاغل میں یا تزکیۂ نفوس میں۔ وعظ و خطابات اور مجلسی نصائح میں یا تصنیف و تالیف اور شعر گوئی میں، مجاہدہ و ریاضت میں یا خدمتِ خلق میں، بہرحال ان کے تمام اوقات ان اعمال و اشغال میں ہمیشہ معمور رہتے ہیں۔

حضرت رفاعی کا

امورِ دینیہ سے اشتغال

حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کثیر الاشغال دائم العمل بر حق دلی تھے ۔ درس و تدریس، اصلاح و ارشاد، وعظ و خطابات، تصنیف و تالیف، شعر و سخن اور خدمتِ خلق ان سب میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ تاحیات آپ کے اوقات معمور رہے۔

جناب سید محمد ابو الہدیٰ صیادی رفاعی لکھتے ہیں:۔

کان رضی اللہ عنہ معمور الاوقات[1]	"حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے اوقات ہمیشہ معمور رہے"!

---

[1] الطریقۃ الرفاعیۃ ص۲۱

بحیثیت

مُعلّم و مُدرّس

مدرسی کی ابتداء

حضرت رفاعیؒ نے تحصیلِ علم پر بڑی محنت فرمائی تھی، جاں فشانی اور انہماک سے اس میں رسوخ، ان تھک مسلسل کوشش سے اس میں مہارت پیدا فرمائی تھی۔ طالب علمی سے فراغت پر اسی "مدینۃ العلم والعلماء" واسط میں آپ نے درس و درس شروع فرمایا۔ جناب سید فقیر اللہ شاہ رفاعی لکھتے ہیں:

"پھر آپ نے حصولِ سند کے بعد دہیں پر سلسلۂ درس و تدریس شروع کر دیا۔" [1]

تدریسی مہارت

درس و تدریس میں آپ کو ید طولیٰ، افہام و تفہیم میں بڑی مہارت حاصل تھی، مشکل سے مشکل عبارت کو حل فرماتے، معنوی حقائق کو، کتابی مضامین کو سلیقہ اور شستہ شگفتہ اسلوب میں بیان فرماتے۔ اپنے مذہب کے اثبات پر قوی دلائل لاتے، اپنے مسلک کو براہینِ قاطعہ سے مزین فرماتے، طریقۂ استدلال نرالا، اچھوتے مضامین کی آمد کی کثرت ہوتی، تلامذہ و شرکاء ساکت و صامت، نہایت رغبت و یکسوئی سے درس سنتے تھے۔ جناب عزیز الدین احمد لکھتے ہیں:

فاذا ابتدء الكلام اخرس المتكلمين وابهت العابدين وحير العارفين وارقص السالكين وابكى الخاشعين واتى بجوامع الكلم ورائحة من جده صلى الله عليه وسلم [2]

"درس کے مضامین اتنے بلند اور مؤثر ہوتے کہ متکلمین کی زبانیں گنگ ہو جاتیں، منکرین مبہوت، عارفین متحیر، سالکین شاداں و فرحاں اور خاشعین پر گریہ طاری ہو جاتا۔ آپ جامع مانع تقریر فرماتے۔ یہ وصف آپ کو اپنے جدِ اعلیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا ہے۔"

آپ کی اسی علمی مہارت پر لوگوں نے آپ کو "کبیر" کا لقب دیا۔ یہ لقب اتنا شہرت پایا کہ نامِ نامی اور اسمِ گرامی کا جزو بن گیا۔ صاحب رموز الفقراء لکھتے ہیں:

"اس نکتہ سنجی کی بناء پر آپ کے نام سید احمد کے ساتھ "کبیر" کا اضافہ ہوا اور آپ تب سے سید احمد کبیر کے نام سے موسوم ہونے لگے۔" [3]

---

[1] رموز الفقراء ص۵۲ ، [2] کتاب المعارف المحمدیہ فی الوظائف الاحمدیہ ص۳۳
[3] رموز الفقراء ص۵۵ ۔

علمی تبحر

آپ کا علمی انہماک، درسیات سے شغف، مطالعہ کی کثرت ضرب المثل تھی۔ جناب سید محمود سامرائی رفاعی لکھتے ہیں:

وضرب بہ المثل بالعلم الوافر وقول الحق[1]

"آپ کا وافر علم اور حق گوئی ضرب المثل بن گئی"

شرکاءِ درس

طلباء کے ساتھ علمائے کبار، ماہرِ فن اساتذہ اور شیوخِ وقت بھی شریکِ درس ہوتے تھے۔ ہر شخص اپنی استعداد اپنے ظرف بھر استفادہ کرتا، نفع اٹھاتا تھا۔ صاحبِ المعارف المحمدیہ لکھتے ہیں:

کان اذا جلس الدرس علی کرسیہ یحیط بہ ائمۃ العلماء وفحول الفضلاء وصنوف اھل المعارف والعلوم[2]

"مسندِ درس پر تشریف لاتے تو ائمۂ علماء، جوق کے جوق فضلاء اور ہر مکتبۂ فکر و خیال کے شیوخ آپ کے ارد گرد زانوئے تلمذ تہہ کرتے"

صاحبِ رموز الفقراء لکھتے ہیں:

"بڑے بڑے علماء و فضلاء تک آپ کے درس میں شرکت کرنے لگے اور استفادہ کرتے رہے"[3]

خانقاہ بھی درس گاہ

آپ کی علمی درسی مشغولیات جاری تھیں، طلباء کا جمگھٹا اور تشنگانِ علم و فن کا ہجوم برابر بڑھ رہا تھا۔ آپ کے ماموں شیخ منصور بطائحی نے آپ کو ام عبیدہ بلوا بھیجا اور اپنی خانقاہ میں ٹھہرایا۔ علم کے متلاشی کمال کے جویا اطرافِ عالم سے پروانہ وار ام عبیدہ امنڈ آئے۔

"جب آپ یہاں (ام عبیدہ) تشریف لائے تو آپ سے استفادہ کرنے کے لئے خلق ٹوٹ پڑی"[4]

محبوب مشغلہ

تدریسی شغل، علمی افادہ، مطالعہ کا انہماک تاحیات رہا۔ طلباء پر آپ بڑی شفقت اور التفات فرماتے، تاحیات آپ ان طلباء کی تشفی کا سامان رہے۔ ہزاروں علم کے پروانے خانقاہ آپڑے تھے۔ جن میں ماہرِ فن اساتذہ بھی بسا اوقات ہوتے تھے۔ ان کی تعلیمی نگہداشت اور اخلاقی و تربیتی دیکھ بھال آپ کا

---

[1] مجالس الرفاعیہ ص[illegible]، [2] المعارف المحمدیہ ص[illegible]، [3] رموز الفقراء ص[illegible]، [4] رموز الفقراء ص[illegible]

مرغوب مشغلہ تھا۔

"آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور صرف تعلیم و تعلّم ہی آپ کا محبوب مشغلہ رہ گیا تھا"[1]

سالکین کو تاکید آپ سالکینِ راہِ طریقت کو "تفقہ فی الدین" کا حکم فرماتے، بالخصوص تعبدی احکام کو سیکھنے کو اولیت دینے کی ترغیب دیتے تھے۔

کان یامر المرید المبتدی بالتفقہ فی الدین ویحثہ علی تعلم الاحکام التعبدیۃ ویقول ھذہ اھم من السلوک[2]

"آپ مرید مبتدی کو تفقہ فی الدین کا امر فرماتے اور تعبدی احکام و مسائل کو فوراً سیکھنے کی ترغیب دیتے اور ارشاد فرماتے کہ علمِ دین کا سیکھنا سلوک راہِ طریقت سے زیادہ ضروری اور اہم ہے"

شیوخ کو تاکید شیوخِ وقت اور مجازین خلفاء سے فرمایا کرتے تھے:

علموا المبتدئین والمریدین علم العقائد فانہ سلم المعرفۃ ومن جہل عن علم العقیدۃ نھو عن اللہ فی حجاب وان احدث فی العقیدۃ نھو علی الضلال[3]

"مبتدیوں، مریدوں کو عقائد کی تعلیم دو، کیوں کہ علم العقائد ہی عرفان کا زینہ ہے جو اس علم میں بہکتا ہے وہ محجوب ہو جاتا ہے۔ واقفیتِ عقائد کے بغیر جو اس میں رائے زنی کرتا ہے، گمراہ ہو جاتا ہے"

طلباء کی خدمت حضرت رفاعیؒ ان ہزاروں مہمانانِ رسولؐ کی کفالت بھی فرماتے، ان کے قیام و طعام کا عمدہ انتظام فرماتے۔ آپ کے اس انتظام و انصرام، سلیقہ و اہتمام کو جلال الدین سبط جوزی نے آپ کی کرامات میں شمار کیا ہے۔ صاحبِ المعارف المحمدیہ لکھتے ہیں:

یقوم بکفایۃ الکل[4]

"سب کے قیام و طعام کا آپ انتظام فرماتے تھے"

جناب سید شاہ فقیر اللہ رفاعی لکھتے ہیں:

"آپ کے ہاں جو رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا پورا انتظام آپ ہی فرماتے تھے تاکہ فراغِ قلب اور اطمینان کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول میں لگے رہیں"[5]

---

[1] رموز ص۴۲ ، [2] [3] المعارف المحمدیہ ص۳۲ ، [4] المعارف المحمدیہ ص۳۱ ، [5] رموز الفقراء ص۵۳

تلامذہ ہزاروں طلبا و اس خانقاہی درس گاہ سے فارغ ہوئے اور انہوں نے عالم میں اس فیض کو عام کیا۔ علامہ زین الدین عمر بن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

ولہ من التلامذۃ مالا یحصی [1] — "آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں"۔

جناب ذوالفقار احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

تتلمذ لہ خلق لا یحصون وینتمی الیہ عالم عظیم فی کل قطر [2] — "لاتعداد مخلوق نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ہر ملک سے عالم کا عالم اسنتسابی آیا"۔

ایک غیر تحقیقی بات حضرت رفاعیؒ کی مشغولیات، خدماتِ جلیلہ، آپ کے معمولات، کارہائے نمایاں، آپ کی بلند پایہ ہستی، عبقریت عظمیٰ پر بہت کم قلم حرکت میں لایا گیا۔ بات صرف کرامات تک رہی۔ اس لئے ہندوستان میں بالخصوص ان چیزوں کا چرچا نہیں ہو سکا۔ اس نادرِ روزگار، جامع کمالات، منبع فیوض و برکات ہستی سے واقفیت خواص کے طبقے میں بھی — چہ جائیکہ عوام — برائے نام رہی۔ جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی یہ لکھنے میں حق بجانب ہیں کہ:

قلما یعرفہ الناس ولیسمعون بہ [3] — "حضرت رفاعیؒ کو لوگ بہت کم جانتے ہیں اور ان کا تذکرہ سنتے ہیں"۔

اس لئے جناب سید مناظر احسن گیلانی مرحوم یہ لکھ دیتے ہیں کہ:

> "حضرت سید احمد کبیرؒ کے متعلق اس کا ذکر تو کسی نے نہیں کیا ہے، کہ علاوہ باطنی و اخلاقی تربیت و سلوک کے رسمی علوم کی بھی تعلیم آپ کے یہاں دی جاتی تھی"۔ [4]

تو محلِ تعجب نہیں ہے۔

تصنیفی کام اپنی گوناگوں مشغولیات اور عدیم الفرصتی کے باوجود حضرت رفاعیؒ تصنیف و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہوئے جناب سید محمود سامرائی لکھتے ہیں کہ:

بعد ان اصبح سیدنا الرفاعی علامۃ وفقیہ بکل العلوم معقولا و منقولا قام بالتالیف والتصنیف والتفت الی شرح — "حضرت رفاعیؒ جمیع علوم میں علامہ و فقیہ بن کر تصنیف و تالیف اور بعض کتب وغیرہ کی شرح کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف علوم، تفسیر، فقہ، حدیث، علم کلام، تصوف میں

ص۱۹۳

[1] بحوالہ الفتح المبین ص۱۰۳ [2] نزہۃ الخواطر ص۲۰ [3] البعث الاسلامی بابت محرم ۱۳۸۰ھ [4] مقالات احسانی

بعض الکتب بمختلف العلوم الدینیۃ من تفسیر وفقہ وحدیث ومن عقائد وارشاد وتصوف واخلاق تتداول تلامذتہ کتبہ بالدراسۃ والانتفاع عـه

کتابیں تصنیف فرمائیں. آپ کے تلامذہ نے آپ کی کتابوں کا درس دیا اور مخلوق کو نفع پہنچایا "

لیکن آپ کی تصنیفات کیا ہوئیں، آگے لکھتے ہیں :

الا ان معظم ھذہ الکتب فقدت اما بواقعۃ التتار وبالتلف اوما زالت مبثوثۃ فی مکتبات العالم عـه

"ان تصنیفات کا بڑا حصہ نایاب ہوگیا یا تو تاتاری حملوں کی بھینٹ چڑھ گیا، یا زمانہ کی دست برد کی نذر ہوگیا یا پھر کتب خانوں میں کس مپرسی کی حالت میں دبا پڑا ہے "

صاحب رموز الفقراء لکھتے ہیں :-

"اپنی تصنیفات سے آپ نے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا. آپ ایک بے مثال منبع علوم تھے. آپ کی تصنیفات وتالیف بہت ہیں جن کی تعداد چھ سو باسٹھ (۶۶۲) بتائی جاتی ہے جن میں بہت ساری تصنیفات نایاب ہیں " عـه

تصنیفات

مطبوعہ وغیر مطبوعہ، موجود ومفقود جن کتابوں سے ہم واقف ہیں. ان کی تفصیل یہ ہے :

① البہجۃ :- شیخ ابو اسحاق شیرازی نے فقہ شافعی میں "کتاب التنبیہ" لکھی ہے، حضرت رفاعی نے اس کو اپنے استاذ جلیل شیخ علی واسطی سے پڑھا ہے اسی کتاب کی چھ جلدوں میں "البہجہ" کے نام سے شرح فرمائی ہے، جناب سید محمود سامرائی لکھتے ہیں :

ضاع ھذا الشرح العظیم فی ھجوم التتر علی بغداد عـه

"یہ عظیم شرح، بغداد پر تاتاری حملے میں ضائع ہوگئی "

عـه المجالس الرفاعیۃ ص۲۸ عـه المجالس الرفاعیہ ص۳۸ عـه رموز الفقراء ص۵ عـه المجالس الرفاعیۃ ص۲۹

② النظام الخاص لأهل الاختصاص : عرفان و تصوف کتاب کا موضوع ہے۔ اسلوبِ بیان دقیق ہے۔ کتاب پر مؤلف کا مزاج و مذاق غالب ہے۔ گویا مؤلف اپنی ہی اندرونی کیفیات و جذبات کا اس طرح اظہار فرما رہے ہیں۔ پیرایۂ بیان نہایت مؤثر ہے۔ ۱۳۱۳ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے[1] اور برابر شائع ہوتی رہی ہے۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں اس کا ایک قدیم نسخہ ہے حال میں جناب سید محمود سامرائی رفاعی نے اس کو جدید ترتیب پر شائع کیا ہے۔

③ الطریق الی اللہ
④ العقائد الوفاعیۃ

} یہ دونوں رسائل تصوف و کلام میں ہیں۔

⑤ تفسیر سورۃ القدر
⑥ الصراط المستقیم فی تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
⑦ علم التفسیرین

} یہ تینوں کتابیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے تفسیر میں ہیں۔ مگر نایاب ہیں۔

⑧ الروایۃ :- یہ کتاب فنِ حدیث میں ہے مگر مفقود ہے۔

⑨ الحکم الرفاعیۃ :- یہ کتاب اخلاق پر ہے، کلام عارفانہ ہے، بیانِ ناصحانہ۔ جناب سید محمود سامرائی نے حواشی کے ساتھ اس کو شائع کیا ہے۔ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔ اردو ترجمہ نصف صدی پیشتر لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ جناب محمود سامرائی اس رسالے کا مطالعہ ہر سالک پر ضروری قرار دیتے ہوئے وجہ لکھتے ہیں :-

---

[1] معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ـــ جلد پنجم ص ۹۴۰

رسالة مهمة جدانى آداب الشيخ والمريد[۱] — شیخ و مرید کے آداب میں نہایت اہم رسالہ ہے۔

(۱۰) حالة اهل الحقيقة مع الله: اپنے شیوخ واساتذہ سے اخلاق وتصوف کی سماعت فرمودہ روایات میں سے چہل حدیث کا انتخاب کرکے ان کی شرح فرمائی ہے۔

(۱۱) الاحزاب الرفاعية
(۱۲) السر المصون[۲]

} یہ دونوں رسالے حضرتؒ کے اوراد و وظائف پر مشتمل ہیں۔ پہلے میں (۳۶۶) عدد وظائف ہیں۔

---

۱ المجالس الرفاعیہ ص۳۰ ۲ معجم المطبوعات العربیہ جلد پنجم ص۹۳۸

بحیثیت

مزکّی و مربّی

بیعت و تربیت کی اہمیت

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں :

ان مجالس التدریس والوعظ حلقات حرة موقتة یأتیها الناس ویحضرونها ثم یتغیبون عنها ویهجرونها وسیداوم علیها کثیر من الناس ثم یظلون علی ما هم علیه من تقالید وعادات واهواء وشهوات ؎۱

"درس اور وعظ کی مجلسیں آزاد اور وقتی ہوتی ہیں۔ لوگ ان میں شریک ہوتے ہیں اور کبھی شریک نہیں ہوتے ہیں۔ اور پابندی کرنے والوں کی بھی اکثر حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کی زندگی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی۔ آبائی تقلید، عادات و اطوار، ہوا و ہوس کی اتباع جاری رہتی ہے۔"

مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں کہ :-

"اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں، معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے کہ مدارس کی طرف توجہ کرنے والوں اور ان میں زندگی کا ایک معتد بہ حصہ گزار کر علوم دینیہ کی تحصیل اور ان میں تبحر و توسع حاصل کرنے والوں میں محسوس کمی آنے لگی۔ لہٰذا مدارس جن کو بہت سی قیود کا پابند بھی ہونا پڑتا ہے عمومی اصلاح و تربیت کے فریضے سے قاصر ہو گئے اور ان کا حلقہ اثر نہایت محدود ہو کر رہ گیا۔ مدارس اور عوام کے مابین علاوہ فتویٰ طلبی کے اور کسی قسم کا تعلق نہ رہا۔ رفتہ رفتہ مدارس کا، دنیاوی زندگی سے بالکلیہ انقطاع ہو گیا۔

اسی طرح مؤلفین و علماء اور سماج و معاشرے کے درمیان خلا واقع ہوا۔ الاماشاءاللہ اس خلا کو خواص میں سے کوئی عبور کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کا تعلق مدارس سے یا علماء سے علمی عقلی ہوتا ہے۔ قلب و روح کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے ان تعلقات سے لوگوں کی طبائع اور اخلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ طبائع و اخلاق پر جب اثر پڑتا ہے کہ تعلق اور ربط روحانی، اصلاحی

؎۱ رجال الفکر والدعوة، جلد اوّل ص ۳۸۱

تربیتی ہو۔

امتِ مسلمہ ایسی شخصیتوں کی محتاج ہو گئی جو نہایت قوی ہوں، معلّم کتاب و حکمت ہوں، مزکیٔ نفوس، مربیٔ اخلاق بھی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل نیابت بھی یہی تھی۔ نبوت کے بعد خلافت اسی نہج پر چلی، یعنی اللہ اور اس کے رسول ؐ سے امت کے ربط کی تجدید کرنا، اور میثاق وعہد کی یاد باقی کرنا، یعنی شہادتین کا اقرار، خدا اور رسول ؐ کی اطاعت نفس و ہویٰ اور شیطان کی مخالفت کرنا، اپنے معاملات میں خدا اور رسول ؐ کو حکم قرار دینے، طاغوتی طاقتوں کا انکار کرنے، فی سبیل اللہ مجاہدہ کرنے کا وعدہ یاد دلانا۔ بعد کے خلفاء نے اس میں غفلت برتی۔ خلافت جس کا یہ اصلی فرض تھا، اس فریضے سے غافل و کنارہ کش ہو گئی۔ جبایت وتحصیل وصول فتوحات و ملک گیری پر منحصر ہو گی اور اگر خلافت کا بیعت سے تعلق رہا بھی تو وہ صرف اپنی ذات اور اپنے ولی عہد کی حکمرانی کے لئے۔

خلافتِ اسلامیہ جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے، خلافت کی روح کو اور نبوت کی امانت کو ضائع کر کے صرف انتظامی امور سیاست، ملک و جبایت کی ہو رہی تھی۔ اس وقت ممالکِ اسلامیہ کے مختلف گوشوں سے خلفائے رسول اللہ، ربانی علماء کھڑے ہوتے ہیں، اپنی دعوت وصحبت کے ذریعہ لوگوں میں عہد و میثاق کی تجدید کرتے ہیں۔ لوگ دوبارہ اسلام میں ارادہ و شعور کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، دراں حالیکہ اس سے پہلے وہ عادۃً اور وراثۃً دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان اللہ والوں کی تعلیم و تربیت سے انہوں نے اسلام کی لذت، ایمان کی حلاوت کو محسوس کیا۔ ہوا و ہوس، شہوات و لذات کی اسیری سے اپنے ہم جنسوں کی پرستش سے انہوں نے اپنی گردنوں کو ہلکا کیا۔ عبادات میں نشیط، طاعات میں باذوق، دعوت الی اللہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مستعد ہوئے۔

ان اللہ والوں میں حضرت حسن بصریؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت جنید بغدادی نمایاں معروف ہیں۔

اب معاملہ چھٹی صدی کا ہے۔ دورِ نبوت پر پانچ صدیاں گزر چکیں، نبوت کے آثار اور اس کی برکات سے زمانی بُعد کافی ہو گیا اور ادھر دنیا کا پھیلاؤ بھی بڑھ گیا اور غفلت، لہو و لعب کے اسباب بھی زیادہ ہو گئے۔ اس بُعدِ زمانی اور کثرتِ اسباب لہو و لعب کی وجہ سے دل بھی سخت ہو گئے تھے۔" ع۱

عبقریٔ زمانہ

اس چھٹی صدی کی فضا میں ایک عظیم ہستی رونما ہوتی ہے۔ جس کا ایمان نہایت قوی، جس کا علم نہایت وسیع، جس کی دعوت نہایت بلند اور جس کی تاثیر نہایت سریع ہوتی ہے۔ اس مادیت زدہ زمانہ میں اس کی ہستی اسلام کا ایک معجزہ اور تائیدِ الٰہی، اس کے کمالات اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی مقبولیت کے آثار، خلق اللہ میں اس کی وجاہت کے مناظر بلاشبہ دینِ محمدی کی صداقت کی دلیل اور اس کی زندگی کا ثبوت تھی۔ یہ بلند ہستی عظیم شخصیت ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعیؒ کے نام سے موسوم و معروف ہوتی ہے۔

اجازت و خلافت

حضرت رفاعیؒ "واسط" میں مسندِ درس پر فائز تھے۔ ہزاروں تشنگانِ علم پروانہ وار آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہو رہے تھے، آپ کے ماموں حضرت باز الاشہب شیخ منصور بطائحیؒ آپ کو اچانک "ام عبیدہ" بلوا لیتے ہیں اور خانقاہ میں اپنا نائب بنا کر بٹھاتے ہیں۔ صاحبِ رموز لکھتے ہیں:

"آپ کے ماموں صاحب نے آپ کو خرقۂ خلافت و سجادگی سے نواز کر اسی وقت خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلا لیا، تاکہ آپ یہاں رہ کر طالبانِ علم و فضل کی ہدایت و رہنمائی کیا کریں اور اپنے علوم ظاہری و باطنی سے خلائق کو فائدہ پہنچائیں۔" ع۲

"حضرت شیخ باز الاشہب منصور بطائحیؒ قدس سرہٗ نے ۵۳۹ھ میں اپنے وصال سے ایک سال قبل آپ کو خلافت عطا کر کے خرقہ پہنایا اور خانقاہِ ام عبیدہ میں آپ کو اپنا جانشین بنا دیا۔ مشائخین و سالکین واسط و بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت کر دی کہ آئندہ سید سلطان احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی حسینی موسوی سے رجوع ہوں اور انہیں کو اپنا شیخ سمجھ کر استفادہ کریں۔" ع۳

ع۱ رجال الفکر والدعوۃ، جلد اول ص۲۸۰۔ ع۲ رموز الفقرا ص۵۳۔ ع۳ رموز الفقرا ص۵۳

ریاضت و مجاہدہ

شیخ منصور البطائحیؒ کا ایک سال بعد وصال ہو گیا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۲۸ سال کی تھی۔ آپ کے مجاہدہ و ریاضت، ذکر و عبادت، ورد و وظائف میں انہماک بڑھ گیا۔ دنیا سے بے رغبتی، زہد و مسکینی، انکساری و فروتنی، عجز و بے نفسی میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ اس پر غذا برائے نام۔

لا یأکل اکثر من تسع من، او نصف حب علی "ایک یا آدھی روٹی سے زیادہ نوش نہیں فرماتے تھے۔"

رجوعِ خلق

بارشادِ نبویؐ

من خضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ "جو خدا کے واسطے فروتنی اختیار کرتا ہے، اللہ پاک اس کو چند در چند بالا فرما دیتے ہیں۔"

آپ کی ریاضت و تواضع، فضل و کمال، تقویٰ و حسنِ سلوک کی اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے طالبانِ رشد و ہدایت، حق کے متلاشی جوق در جوق ام عبیدہ داخل اور حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے۔ بیعت کے بعد ان کے احوال سدھرتے، ان کے اخلاق سنورنے لگے، حضرت رفاعیؒ ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہوتے، ان کی نگرانی اور نگہداشت فرماتے اور منازلِ سلوک طے فرماتے تھے۔ سالکینِ طریقت میں آپ کی صحبت و تربیت سے دینی شعور اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھوڑی مدت میں پیدا ہونے لگتا تھا۔

اصلاحی کارنامے

حضرت رفاعیؒ تحقیقِ اسلام و ایمان، خالص عبودیت کی تجدید فرماتے تھے۔ اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی استقامت، اپنے نفس گرم سے مخلص مریدین میں ایمانی حرارت، تخمِ محبت، خلوص، للّٰہیت، جذبہ اتباعِ شریعت اور شوقِ آخرت پیدا فرماتے رہے۔ اپنی عزیمت، اپنے علم راسخ، تائیدِ غیبی کے ذریعہ باطل ماحول کا پوری قوت کے ساتھ استیصال فرماتے رہے۔ بیعت و توبہ کا دروازہ آپ نے کھول دیا تھا۔ لوگ فوج در فوج اطرافِ عالم سے عہد و میثاق کی تجدید کے لئے آتے اور شرک و کفر نہ کرنے، فسق و فجور، ظلم و جور نہ کرنے، حلال کو حرام، حرام کو حلال نہ ٹھہرانے، دین و شریعت میں نت نئی چیزیں پیدا نہ کرنے، دنیا پر ٹوٹ نہ پڑنے، آخرت کو فراموش نہ کرنے کا وعدہ کرتے تھے۔ اس طرح تقریباً نصف صدی حضرت رفاعیؒ نے اپنی دعوت، اپنی جہاد کو جاری رکھا اور اپنے ماحول سے جس میں ظلم و استبداد، شدید دسادس

کتاب المعارف المحمدیہ

وشیطانی خطرات، کثیر شطحیات وکفریات اور لغویات کا بازار زوروں پر تھا، برسرِ پیکار رہے۔ یہ آپ کے اخلاص کا جو کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے اور آپ کے زہد کا اور مخلوق کے ساتھ خیرخواہی دعوت وارشاد کے لئے اپنے کو وقف کر دینے کا نتیجہ تھا، چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب، محنت بارآور ہوئی۔ جہالت ومعاصی سے تائب ہونے والوں کی تعداد یوماً فیوماً بڑھنے لگی اور ہزاروں کی زندگی میں انقلاب آیا۔

آپ کے تلامذہ اور خلفاء ومریدین اور ان کے اتباع کرنے والوں کا ردِّ بدع اسلام کی محافظت دین وشریعت کی بقا، شعلۂ ایمان، دعوت وجہاد کے جذبہ کے قائم رکھنے میں بڑا حصہ ہے۔ صاحب قرۃ الناظر لکھتے ہیں۔

تخرج بصحبته جماعة كثيرة من اعلام الطريق وتلمذ له خلق لا يحصون من ارباب الاحوال الصادقة عه

"آپ کی صحبت سے مستفید ہو کر طریقت ومعرفت کے واقف کاروں کی ایک بڑی جماعت نکلی، اچھے احوال رکھنے والی ایک بہت بڑی تعداد آپ سے شرف تلمذ رکھتی ہے۔"

خلفاء

آپ کا حلقۂ ارادت نہایت وسیع، احصاء سے باہر تھا، خلفاء جن کی دیانت وامانت تقویٰ وطہارت، تعلق مع اللہ وانابت، زہد وقناعت پر اعتماد فرما کر آپ نے خرقہ عنایت فرمایا تھا۔ ان کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز تھی۔ جناب سید فقیر اللہ شاہ رفاعی تحفۃ الاولیاء شفاء الاسقام، براہین، تریاق المحبین وغیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"آپ مکہ معظمہ سے (حج وزیارت کے بعد ام عبیدہ) تشریف لائے، آپ کے قریب اس وقت ایک لاکھ اسی ہزار خلفاء سلسلۂ رفاعیہ موجود تھے اور کئی خلفاء ومنتسبین پورے عراق میں پھیلے ہوئے تھے۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ موجود نہ ہوں۔"

مریدین ومنتسبین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مریدوں کا کوئی شمار نہ تھا۔" عه

صاحب معجم المطبوعات العربیہ نے ایک لاکھ اسی ہزار خلفاء کے بارے میں لکھا ہے کہ:

عه قرۃ الناظر ص۳۵ ، عه رموز الفقراء ص۵

"یہ تعداد آپ کے خلفاء اور ان خلفاء کے خلفاء کی، آپ کے حین حیات تک ہے، نہ کہ صرف حضرت رفاعیؒ کے خلفاء کی فقط"۔ [1]

سالکین کی خدمت

اصلاحِ نفس و تربیتِ روح کے لئے جو خانقاہ آتے تھے، ان کی نہایت حضرت رفاعیؒ کی طرف سے ہوتی، لنگر سے جس اعلیٰ پیمانے پر سلیقہ اور انتظام کے ساتھ ان کی مہمانی ہوتی۔ اعتراف و استعجاب کے ساتھ سبط جوزی جمال الدین ابو المظفر لکھتے ہیں:

حضرت عندہ لیلۃ نصف شعبان	"شعبان کی پندرھویں رات کو میں سید رفاعیؒ کی
وعندہ مأۃ الف انسان [2]	خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک لاکھ آدمی خانقاہ میں تھے"۔

صاحب رموز الفقراء اضافہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

"سب کے قیام و طعام کا انتظام اسی خانقاہ کی جانب سے تھا اور اس کا ایسا بہترین انتظام تھا کہ کسی مہمان کو تھوڑی بھی تکلیف کسی کے بارے میں نہیں ہوتی تھی اور یہ انتظام حقیقت میں ایک معجزہ نظر آرہا تھا"۔ [3]

طریقۂ رفاعیہ

حضرت رفاعیؒ نے اصلاح و تربیت کا ایک خاص طریقہ بتعلیم ذکر کا ایک خاص نہج طے فرمایا تھا۔ آپ کا یہ طریقۂ اصلاح "طریقۂ رفاعیہ"، "طریقۂ بطائحیہ"

---

[1] معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد خامس ص ۹۳۶ ؛ [2] شذرات جلد چہارم ص ۲۶۰ بحوالہ مقالات احسانی ص ۱۹۲

[3] جناب سید بشارت احسن گیلانی اس کو نقل کر کے حاشیہ میں یہ کلمہ نقل کرتے ہیں کہ "جمال الدین ابو المظفر نے لکھا ہے کہ شیخ رفاعیؒ کے ایک لاکھ مجمع کو جب میں نے تعجب سے دیکھا تو شیخ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا حشر ہامان جیسا ہو اگر لمحہ بھر کے لئے دل میں اس کا خطرہ ہو کہ میں ان لوگوں کا پیشوا ہوں" مقالات احسانی ص ۱۹۳

[4] رموز الفقراء ص ۵۳

حقیقت کا انکشاف

حضرت رفاعیؒ پر انکساری، کسر نفسی، عجز و درماندگی، فروتنی، شکستگی کی صفت گویا ختم اور تمام ہو گئی، جبکہ عجز و نیاز کا طریقۂ اصلاح تازہ اس صفت کو لیا ہوا تھا۔ آپ کا طریقۂ تزکیۂ نفس خالص جمالی تھا۔ انقلابِ حال کی وجہ سے نیابت تاکید تھی مگر تاتاریوں کی مرضی تھوڑا عرصہ بھی آپ کی وفات پر نہیں گزرا تھا کہ "جمالی" کی جگہ "جلالی" نے، "انکسار" کی جگہ "اظہار" نے لے لی جس کی وجہ سے طریقۂ رفاعیہ منقلب ہو گیا، یہی منقلب طریقہ آج تک رائج ہے۔

"طریقۂ احمدیہ" وغیرہ ناموں سے موسوم ہوا۔

حضرت رفاعیؒ کا طریقۂ اصلاح و تزکیۂ نفس کیا تھا، بیان طویل ہے۔ یہ مختصر مقالہ اس کا متحمل نہیں ہے۔ اس طریقہ کے مبسوط و مفصل تعارف کے جویا جناب سید محمد ابوالہدیٰ صیادی رفاعی کی "الطریقۃ الرفاعیۃ"[۱] ملاحظہ فرمائیں۔ آنجناب نے طریقۂ مذکورہ کے جمیع اصول و احکام، آداب و مقاصد کو بحسن و خوبی یکجا کیا ہے۔

طریقۂ رفاعیہ کی اساس

اس طریقۂ رفاعیہ کی اساس کتاب و سنت ہے۔ جمیع اصول و آداب کتاب و سنت سے مستنبط و مستفاد ہیں۔ حضرت رفاعیؒ اکثر اوقات اپنے مسترشدین منتسبین کی توجہ کو اس اساس کی طرف مبذول فرمایا کرتے تھے۔

یا مبارک! اقتد بالقرآن المجید واعمل به تسعد وایاك والاخذ برأيك في كتاب الله تعالىٰ ملِ انتفع بعلم نبيك وتفسيره وعمله فقى الخبرالطاهر "صلوا كما رأيتمونى اصلى" ولا تتكل على رأيك وعملك وتفسيرك تنزلق فاتته به واهتد بهديه واستغ بالسير الى الله منه وخذ زاد القدوم على الله عنه وانت حينئذ من المفلحين[۲]

"اے نیک بخت! قرآن مجید ہی کی اقتداء کرو اور اس کا پابند رہو، سعادت سے مالا مال ہوگا۔ ہاں! قرآن مجید میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہ دینا۔ بلکہ قرآن مجید کے انتفاع کے لئے اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عمل کی روشنی پاؤ۔ اور آپؐ کی تفسیر کو پیش نظر رکھنا کہ آپؐ نے آیت کی کیا تفسیر ارشاد فرمائی ہے اور آیت پر آپؐ کا عمل کیسا تھا؟ قرآن پاک میں جب نماز کا حکم نازل ہوا تو سرور عالمؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ "نماز پڑھو مجھ کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھو"۔ یاد رکھو! قرآن مجید کی اقتداء کو اپنی فہم اپنے عمل و اپنی رائے پر ہرگز ہرگز نہ رکھو، ورنہ ضلالت و گمراہی یقینی ہے۔ ہمیشہ سرور عالمؐ کی اتباع ہو، آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور انہیں کی راہ پر گامزن ہونی چاہیئے۔ اور "سیر الی اللہ"، "تقدم علی اللہ" آپؐ ہی کے دامن میں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ سارا طریقہ کا ر

---

[۱] جناب سید محمود سامرائی رفاعی نے ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۹ء میں اس کو بغداد سے شائع کیا ہے۔ پتہ: مطبعہ دارالبصری بغداد۔

[۲] الطریقۃ الرفاعیۃ ص۲۵

ایسا ہو تو فوز و فلاح یقینی ہے ؟

جناب سید عزالدین احمد اساس طریقۂ رفاعیہ پر لکھتے ہیں :

کان طریقہ الکتاب والسنۃ عـــہ ۱ " آپ کا طریقہ کتاب و سنت والا ہے ؟ "

امتیازی شان زمانہ ، شریعت و طریقت کے مابین عدمِ مناسبت کے " اعتراف " کا تھا ، ماحول میں اس اعتراف کی شہرت تھی ۔ اور معترفین اکثریت میں آ رہے تھے ۔ اس ملک کے شیوخ کا تسلط تھا ، حضرت رفاعیؒ کی ہستی جامع الطریقین تھی ، اس لئے آپ کا طریقہ بھی جامع الطریقین تھا ۔ اسی وجہ سے ہر دو مکتبۂ فکر کے شیوخ و سالکین حاضر باش ، شریکِ درس ہوتے تھے ۔ تنقید و تنقیص ، تحقیر ، تکفیر سے ہٹ کر انہماک تفہیم اور تنبیہ سے تقریباً نصف صدی اصلاح کا کام فرمایا ۔

صاحب المعارف المحمدیہ لکھتے ہیں :

کان یدل اخوانہ علی الجمع بین الشریعۃ والطریقۃ عـــہ ۲ " آپ شرکاء و حاضرین کو شریعت و طریقت دونوں کے جمع کرنے کی طرف رہنمائی فرماتے تھے "

خصوصی امتیاز حضرت رفاعیؒ نے اپنے طریقۂ اصلاح میں نبوی مزاج کو غالب رکھا ۔ جناب سید ابو الہدیٰ رفاعی لکھتے ہیں :

حذا حذوہ الکریم القدم علی القدم عـــہ ۳ " آپ کے قدم سرورِ عالم کے نقشِ قدم پہ پڑتے اور نقش دیکھ کر ہی قدم اٹھتے "

آپ کے طریقہ میں شطحیات و دعاوی کی بو و باس بھی نہیں ملتی ۔ جناب سید عزالدین احمد لکھتے ہیں :

یامر بملازمۃ الکتاب والسنۃ و اتباع آثار السلف الصالح و ینھیٰ عن الغلو والشطح عـــہ ۴ " کتاب و سنت اور سلفِ صالحین کے آثار کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرماتے تھے اور غلو و شطح سے منع فرماتے تھے

ما رأینا من عواقب اھل الغلو والشطح واتباعھم الا انھم ضلوا واضلوا وما رأینا من عواقب التشرع الا السلامۃ عـــہ ۵ " غلو اور شطح کرنے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کا انجام علاوہ خود ان کے گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے ہم نے نہیں دیکھا ، اس کے بالمقابل ہمارا تجربہ اور مشاہدہ شریعت کی اتباع میں سلامتی کا ہے "

عـــہ ۱ کتاب المعارف المحمدیہ ص ۳۹ ، عـــہ ۲ کتاب المعارف المحمدیہ ص ۳۸ ، عـــہ ۳ الطریقۃ الرفاعیہ ص ۲۵ ، عـــہ ۴ کتاب المعارف المحمدیہ ص ۳۸

نفس پر قابو خداوند قدوس نے آپ کو نفس پر نہایت قابو عطا فرمایا تھا صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں :-

وهو ممن قهر احواله وملك اسراره ؔ — "آپ کو اپنے "احوال" پر اور "اسرار" پر مکمل قابو تھا"

علامہ عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں :

وهو احد من قهر احواله وملك اسراره ؔ — "آپ کو احوال و اسرار پر قابو تھا"

اسی لئے آپ کے ملفوظات میں، مواعظ میں اغلاق نہیں ہوتا تھا اور ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہوتا تھا جس سے "مطلق وحدۃ الوجود" حلول و اتحاد، ظاہر و باطن کی تقسیم، شریعت و طریقت کی تفریق رموز و اسرار اور علوم دقیقہ کے دعوے کاملین و واصلین سے تکالیف شرعیہ کے سقوط، احکام دینیہ سے ان کے مستثنیٰ ہونے کا العیاذ باللہ اشارہ بھی ہوتا ہو۔

بلکہ کلام اللہ شریف کی تعظیم، سنت رسول اللہ کا اکرام، جمیع انبیاء و رسل کی حرمت کلمۂ حق کے اعلاء میں جانفشانی، صحابہ کرام کا اعزاز، تابعین و تبع تابعین، اولیائے امت، سلف صالحین کی عزت، امت مسلمہ کی خیر خواہی، بلکہ ہر ذی روح کا پاس و لحاظ، اس طریقۂ رفاعیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ ؔ

ؔ قلائد الجواہر۔ ؔ لواقح الانوار جلد اول ص ۱۴۳

ؔ حقیقت کا اعتراف : یہ تھی طریقہ رفاعیہ کی اصل حقیقت۔ پھر کیا ہوا . . . حقیقت خرافات میں کھو گئی۔ اس سے زیادہ اس پر نہ لکھنے کا موقع نہ اس کی چنداں ضرورت کہ عیاں را چہ بیان۔

بحیثیت

واعظ و خطیب

قوی تاثیر

حضرت رفاعیؒ تقریر و وعظ پر زیادہ پابندی نہیں فرماتے تھے[1]۔ اس کے باوجود جب اوقات وعظ فرماتے، تقریر کا ملکہ تھا، گھنٹوں مسلسل، روانی کے ساتھ خطاب فرماتے تھے اور مضامین کا کثرت سے وُرود ہوتا، زبان ادیبانہ، اسلوب ناصحانہ ہوتا تھا، وعظ نہایت موثر ہوتا، بات دلوں میں اتر جاتی اور قلوب پر رقت طاری کر دیتی تھی۔

وعظ میں دور دور سے لوگ شریک ہوتے، دلوں کو گرمانے اور بجلی کا اثر کرنے والے ان مواعظ سے جو ہر وقت کے مناسب، سامعین و شرکاء کے حالات و ضروریات کے مطابق جن بیماریوں میں عوام مبتلا، جن مغالطوں میں خواص گرفتار ہوتے تھے، پر مشتمل ہوتے اور پھر ایک اخلاص والے مخلص بندے کے دل سے نکلے ہوئے، ہزاروں کی زندگی میں انقلاب آتا، چنانچہ غیر شرعی زندگی سے توبہ کرنے والوں کا ختم وعظ پر ہجوم ہوتا۔ ان مواعظ و خطبات سے لاکھوں کی زندگی بنی اور اصلاح ہوئی اور وہ حقیقتِ اسلام، حلاوتِ ایمان سے مالا مال ہوئے

عصری تقاضوں کا علم

حضرت رفاعیؒ کی نشوونما خالص دینی صالح ماحول میں ہوئی تھی، جیسا کہ جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں۔

وترلى فى جو صالح وبيئة دينية وفى احضان الصالحين واصحاب النفوس الزكية من العلماء [2]

"صالح ماحول، دینی فضا اور صلحاء و اتقیاء، علماء و مشائخ کی گودوں میں آپ کی تربیت ہوئی"

اور تاحیات علمی و اصلاحی امور سے اشتغال رہا۔

قضى حياته صامتا فى خدمة الدين وتربية النفوس [3]

"خدمت دین، تربیت نفوس ہی میں خاموش زندگی گزاری"

لیکن حالات حاضرہ، عصری تقاضوں، معاشرے کی بیماریوں، عوام و خواص کے رجحانات سے پوری طرح باخبر تھے۔

چھٹی صدی ہجری میں متصوفین نے سر اٹھایا تھا، دین میں نئے نئے شوشے پیدا کرنا ان کا مشغلہ تھا، حلول و اتحاد، ظاہر و باطن کی تقسیم، شریعت و طریقت کی تفریق، تکالیف شرعیہ کے سقوط وغیرہ دسیوں باتوں کو معاشرے میں پھیلاتے تھے، عامۃ الناس کے دلوں میں انہوں نے جگہ

---

[1] حضرت کو درس و اصلاحی امور سے شغف تھا، اس لئے دیگر امور کی طرف نسبتاً کم ہی توجہ فرماتے تھے [2] البعث الاسلامی بابت محرم ۱۳۹۳ھ ص۹۳ [3] البعث الاسلامی مذکور ص۹۳

بانی تھی، عوام پر ان کا ذہنی تسلط تھا۔ حق گوئی مشکل ہو رہی تھی، لیکن حضرت رفاعی ؒ اس نازک پوزیشن کو سنبھالتے ہیں اور اپنی خداداد تقریری صلاحیت کو بالخصوص بروئے کار لاتے ہیں۔ آپ کے مواعظ و خطبات کا مرکزی مضمون شرع شریف کی تائید، علماء و فقہاء کی توقیر ہوتا۔

آپ کے مواعظِ حسنہ و خطبات جلیلہ سے شرعِ شریف کی بڑی حمایت ہوئی اور علماء و فقہاءؒ کا وقار قائم ہوا۔

مواعظ و خطبات کے علاوہ مجلسوں، نشستوں میں بھی شرعِ شریف کی موافقت پر بسا اوقات ارشاد فرماتے۔ بلکہ ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بعض مجلسیں اسی پر ختم ہوتی تھیں۔

تائیدِ شرع

ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

سلکت کل الطرق الموصلة فما رأیت اقرب ولا اسهل ولا اصلح من الافتقار والذل والانکسار

"میں ان ساری راہوں پر چلا ہوں جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں، مگر سب سے آسان اور مناسب ترین اور منزلِ مقصود تک بہت جلد پہنچانے والی راہ مجھے نیازمندی، فروتنی، انکساری سے زیادہ کوئی نظر نہ آئی۔"

پوچھنے والے نے دریافت کیا کہ اس فروتنی، نیازمندی کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ارشاد فرمایا:

تعظم امر الله وتشفق علی خلق الله وتقتدی بسنة رسول الله ۔ عہ

"خدا کے حکم کا (جو ہر موقع و حال، حرکت و عمل کے لئے وارد ہے، اس کا) احترام کرو۔ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) شفقت و مہربانی کرو، اور (ہر عمل میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرو۔"

عہ شذور جلد چہارم ص۲۶ بحوالہ مقالات احسانی ص۱۹۵

پرآشوب زمانہ

جس ماحول اور جس فضا میں حضرتؒ نے یہ جملہ فرمایا ہے، اس کی اہمیت اور نزاکت کا اندازہ اب نہیں لگایا جاسکتا۔ ظاہری امور، شرعی احکام، حقوق العباد کی ادائیگی کی صوفیاء اور شیوخ میں کوئی اہمیت نہیں تھی، ان امور کو بہت ہی معمولی اور حقیر سمجھا جاتا تھا، ان امور پر کچھ کہنا یا ان کا سننا اپنی شان سے اپنے مرتبہ سے نہایت فروتر و کمتر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے بالمقابل ان کی مجالس میں نکتہ آفرینیاں، احوال و کیفیات کی بلند پروازیاں، رموز و اسرار کی باریکیاں، منازل سلوک کی دشواریاں، تاویلات و توجیہات میں بال کی کھال نکالنا۔ دعاوی و شطحیات سے محفل کو گرمانا، تصوف و احسان کا اہم جزء سمجھا جاتا تھا مگر ایک شیخ وقت، عظیم ہستی جلیل القدر شخصیت ان امور میں سے کسی کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ نہیں کرتی۔ بلکہ انہیں چیزوں کا جن کا اظہار خیال بہت دور کی بات ہے، سننا تک بھی شان سے گری ہوئی بات سمجھی اور مانی جاتی تھی، انہیں کو بعینہ "طرق موصلہ" (منزل مقصود تک پہنچانے والی راہ) ہی یہ ہستی ارشاد ارشاد نہیں فرما رہی ہے، بلکہ "اقرب" (سب سے زیادہ قریب)" اصلح" (لائق ترین)" اسہل" (سب سے زیادہ آسان) فرما رہی ہے۔

انقلابی خدمت کا اعتراف

آپ کی اس انقلابی خدمت کا لکھنے والوں نے نمایاں تذکرہ اور اعتراف کیا ہے۔ جناب سید عزالدین لکھتے ہیں:

کان یأمر بملازمۃ الکتاب والسنۃ وینھیٰ عن الغلو والشطح ۱

"کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرماتے تھے اور کتاب و سنت میں دور از کار ریوں سے اور لایعنی باتوں سے منع فرماتے تھے"

جناب سید ظہیر الدین قادری لکھتے ہیں:

یحض علی الاتباع وینھی علی اھل الابتداع ۲

"اتباع شرع شریف کی ترغیب دیتے تھے اور بدعتیوں کی کارروائیوں پر پانی پھیرتے تھے"

جناب ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:-

"دنیا کمانے والے اور مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کر رکھی تھیں۔ آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے" ۳

---

۱ المعارف المحمدیہ ص۳۳ ، ۲ الفتح المبین ص۱۲۳ ، ۳ البیان المشید ص۶

جناب سید فقیر اللہ شاہ رفاعی لکھتے ہیں:

"اتباعِ رسولِ کریمؐ پر آپ سختی سے پابند تھے، اور آپ اپنے خدام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر کوئی شریعت کی پابندی سے گریز کرتا نظر آتا تو آپ منع فرماتے اور مسئلہ سے اس کو آگاہ کرتے اور فرماتے کہ جس نے لمحۂ واحد شریعتِ محمدیؐ سے باہر قدم رکھا، ہلاک ہوا"۔ ع۱

صاحب المعارف المحمدیہ لکھتے ہیں:

کان یأمر بتعظیم العلم والعلماء ویقول العلماء العاملون بشریعة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هم الاولیاء وهم المرشدون۔

"علم و علماء کی تعظیم کا حکم کرتے تھے، اور فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہونے والے علماء ہی درحقیقت اولیاء اللہ ہیں اور مرشد ہیں۔

ما انحرف عن سنته وسیرته مقدار شعرة ولذالک علت منزلته وعظمت مرتبته ع۲

حضرت رفاعیؒ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اور ان کی سیرتِ طیبہ سے ایک ذرہ بھر ہٹے ہوئے نہیں تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو مقام بلند ملا اور عظیم مرتبہ عطا ہوا"۔

حضرت رفاعیؒ کی تائیدِ شرع، علماء و فقہاء کی مدح کی تفصیل ملفوظات کے ذیل میں آئے گی، یہاں تو حضرتؒ کے وعظ کا بیان تھا۔

صفتِ خطابت

علامہ عبدالوہاب شعرانی حضرتؒ کے وعظ کی کیفیت لکھتے ہیں:

اذا صعد الکرسی لا یقوم قائما وانما یتحدث قاعدا وکان یسمع حدیثه البعید مثل القریب حتی ان اهل القری التی حول ام عبیدة کانوا یجلسون علی سطوحهم لیسمعون صوته ویعرفون جمیع ما یتحدث به حتی کان الاطرش والاصم اذا حضروا

"جب آپ کرسی پر تشریف لاتے تو آخر تک کرسی پر تشریف فرما ہی خطاب کرتے۔ مجلس کے آخر میں بیٹھے ہوئے بھی آپ کی آواز کو اسی طرح سنتے جس طرح، بالکل قریب بیٹھے ہوئے سنتے تھے۔ بلکہ ام عبیدہ سے متصل جو آبادی ہوتی وہ اپنے گھروں کی چھت پر بیٹھ جاتے تھے اور آپ کی آواز کو پوری طرح سنتے اور سمجھتے تھے۔ یہاں تک پیدائشی بہرے قوتِ سماعت سے معذور جب مجلس میں آتے ان کو

ع۱ رموز الفقراء ص۵ ، ع۲ المعارف المحمدیہ ص۳۱

ليفتح الله اسماعهم لكلامه وكانت اشياخ الطريق يحضرونه وليسمعون كلامه وكان احدهم يبسط حجره فاذا فرغ سيدي أحمد ضموا حجورهم الى صدورهم وتبعوا الحديث اذا رجعوا على اصحابهم على جليته

قوتِ سماع عطا ہو جاتی تھی۔ مشائخ وقت بھی مجلس میں شریک ہوتے تھے اور حضرت کی تقریر کو بڑی توجہ اور پورے انہماک کے ساتھ سنتے تھے اور جب اپنے اپنے مستقر پر لوٹتے تو اپنے اپنے مریدوں، معتقدوں کو حضرت کی تقریر دہراتے تھے:

اس فضیلت کہ حضرت کی آواز کے پہنچ جانے اور دور والوں کے حضرت کی آواز کا سن لینے کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

قلت وهذا يشبه ما وقع لابراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام من النداء لما بني البيت فانه قال يارب كيف اسمع جميع الخلائق فاوحى الله تعالى اليه عليك النداء وعلينا البلاغ فنادى ابراهيم بالحج فاجابوه في الاصلاب من سائر اقطار الارض البعيد مثل القريب فالابلاغ من الله تعالى لا من ابراهيم فان البشرية لا تقدر على ذلك۔[۱]

"میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ ابراہیمی سے مشابہ ہے یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ حج کا اعلان کیجئے، عرض کیا اے رب! سارے انسان میری آواز کیسے سن سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: "تمہارے ذمہ صرف ندا ہے، سارے انسانوں تک ندا کا پہنچانا ہمارا کام ہے" تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا (اس بیابان میں) اعلان فرمایا، روحوں نے اصلاب میں لبیک کہا۔ آپ کی آواز پر قریب کی روحوں نے بھی لبیک کہا اور دور کے روحوں نے بھی۔ اس آواز کا اتنی دور تک پہنچانا منجانب اللہ تھا نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے۔"

وعظ کی ابتدا اور انتہا

سید شمس الدین جو حضرت رفاعی کی تقریروں کو قلمبند کرتے تھے ایک وعظ کی شروع اور اختتام کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

صعد سيدنا الرفاعي الكرسي ثالث رجب سنة ٥٥٧ھ بأم عبيدة وكان بين سواري الرواق خمسة الاف محدثين

"۳ رجب ۵۵۷ھ کو وعظ کے لئے کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ سامعین سے خانقاہ اور خانقاہ کا بیرونی حصہ بالکل پُر تھا۔ صرف تقریر کو قلمبند کرنے والے جو قلم و

۱؎ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار جلد اول ص ۱۲۱

وبأيديهم المحابر لكتابة ما يقول فلما هدأ علا كرسيه اطرق قليلا ثم رفع رأسه المبارك والتفت يمينا وشمالا ثم أقبل بوجهه الطاهر على الناس وقال......

دوات کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریباً پانچ ہزار تھے۔ کرسی وعظ پر تشریف فرمائی کے بعد تھوڑی دیر تک مراقب رہے۔ پھر سر مبارک کو اٹھایا۔ دائیں بائیں مجمع پر طائرانہ نظر فرمائی اور سامعین سے خطاب شروع فرمایا۔۔

اختتامِ وعظ کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

صعد السيد احمد الكبيرؓ الكرسي بعد صلاة الظهر ونزل من كرسيه وقت العصر وقد كثر في مجلسه المبارك المذكور البكاء والنحيب والحيرة وازدحم التائبون على بابه حتى عجزنا عن ان نحصيهم لكثرتهم واستمر تلقين العهد الى نصف تلك الليلة السعيدة عہ

- نماز ظہر کے بعد سید احمد کبیرؒ کرسی پر تشریف لائے۔ عصر کے وقت کرسی سے وعظ ختم فرما کر اترے اور مجلس کا حال یہ تھا کہ سسکیاں، آہ و بکا، گریہ و زاری کا اور تحیر و حیرانی طاری تھی۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا آپ کے دروازے پر ازدحام ہو گیا، ہم نے شمار بھی کرنا چاہا مگر ناکام رہے۔ بیعت و توبہ کا سلسلہ آدھی رات تک جاری رہا

مجلسِ مذاکرہ اختتام وعظ پر سامعین کو جن میں اکابر علماء اور شیوخ کاملین بھی ہوتے تھے۔ اپنے اپنے اشکالات، اعتراضات، سوالات پیش کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ حضرت ہر ایک کا تشفی بخش جواب مرحمت فرماتے تھے۔ شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شیخ یوسف عسقلانی ام عبیدہ میں ایک حاضری کا حال بیان کرتے ہیں:

كنت في ام عبيدة زائرا عند السيد احمد الرفاعي وفي زوايته وحوله من الزائرين اكثر من مائة الف انسان فيهم من الامراء والعلماء والشيوخ والعامة وقد احتفل باطعامهم واكرامهم وحسن البشر لهم على

- حضرت سید احمد رفاعیؒ کی زیارت کے لئے میں ام عبیدہ حاضر ہوا۔ آپ کے ارد گرد ایک لاکھ زائرین تھے جن میں علماء و شیوخ امراء و عوام سبھی تھے۔ حضرت ان سب کے قیام و طعام اور حسن سلوک کا اہتمام و انتظام فرماتے تھے۔

- آپ ظہر کے بعد کرسی وعظ پر تشریف لاتے اور مجمع

عہ المجالس الرفاعیہ ساتویں مجلس ص ۹۳

كل حال وكان يصعد الكرسي بعد الظهر فيعظ الناس والناس محدقا حلقا حوله فصعد الكرسي ظهر خميس وفي مجلسه وعاظ واسط وجمع غفير من علماء العراق واكابر القوم فبادر كل قوم بأسئلة من التفسير وآخرون بأسئلة من الحديث وجماعة من الفقه وجماعة من الخلاف وجماعة من الاصول وجماعة من علوم اخر فاجاب عن مأتي مسئول من علوم شتى ولم يتغير حاله حال الجواب ولا ظهر عليه اثر الحدة فاخذتني الغيرة من سائليه فقمت وقلت اما كفاكم هذا والله لو سألتموه عن كل علم دون لاجابكم بإذن الله بلا تكلف فتبسم وقال دعهم يا ابازكريا فليسئلوني قبل ان يفقدوني فان الدنيا زوال والله محول الاحوال فبكى الناس وتلاطم المجلس وعلا الضجيج ...... اسلم من الصابئين والنصارى واليهود ثمانية الاف رجل او اكثر وتاب اربعون الف رجل عه

آپؒ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتا اور آپ خطاب فرماتے تھے۔ چنانچہ جمعرات کے دن ظہر کے بعد کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اس مجلس میں واسط کے بڑے بڑے مقرر وخطیب اور عراق کے علماء کی بڑی تعداد اور قوم کا اونچا طبقہ موجود تھا۔ ۔۔۔ اختتام وعظ پر ان حضرات نے سوالات و اشکالات پیش کئے۔ بعض لوگوں نے تفسیر پر اور بعض لوگوں نے حدیث پر اور ایک جماعت نے فقہ کے بارے میں اپنے سوالات پیش کئے۔ اور ایک جماعت نے فن کلام کے بارے میں، ایک گروہ اصول پر اور ایک گروہ نے متفرق چیزوں پر سوالات کئے۔

اس ایک اجلاس میں حضرت رفاعیؒ نے مختلف موضوعات، متفرق علوم پر کئے گئے دو سو۲۰۰ سوالات کے جوابات نہایت خندہ پیشانی اور تحمل و متانت کے ساتھ عنایت فرمائے۔

سوالات کی اس بھرمار اور دریافت کرنے والوں کی اس کثرت پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ اتنے جوابات تمہیں کافی نہیں ہیں۔ بخدا! جمیع علوم مدونہ پر تم سوالات کرتے رہو۔ خدائے تعالیٰ کے حکم سے حضرت والا بلا تکلف ہر سوال کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

حضرتؒ نے میرے اس قدر تمتمانے جوشیلے کلام پر تبسم کے ساتھ فرمایا۔ اے ابوزکریا! دنیا مٹنے والی ہے۔ اللہ پاک حالات کو پھیرنے والے ہیں۔ مجھ سے پوچھ لیں۔

عه المعارف المحمدية ص۴۵

میری زندگی اور حیات میں ان کو سب دریافت کر لینے دو۔ اس جواب سے مجمع پر گریہ طاری ہوگیا۔ اور مجلس وجد میں آگئی اور آہ وزاری کرنے لگی۔ اور لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

مجلس میں غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں تھے جن میں سے آٹھ ہزار سے زیادہ عیسائی، یہود اور مشرکین اسلام لے آئے۔ تقریباً چالیس ہزار مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی۔

نصیحت وپند گوئی

اپنے مسترشدین و معتقدین کو حضرت رضی اللہ عنہ بسا اوقات انفراداً حسب موقع اور مناسب حال نصیحت بھی فرماتے رہتے تھے۔ تزکیۂ نفس، تربیت روح اور اصلاح حال میں سچ پوچھئے تو مواعظ و خطابات اور تقریروں سے زیادہ پند و نصیحت کام کرتی ہے اور دلوں میں پیوست ہوتی اور مستقل راہ بنتی ہے۔

تقریروں میں خطاب عام ہوتا ہے۔ بیان میں عمومیت ہوتی ہے۔ مخاطبین دو نہج میں مختلف استعداد اور مختلف مزاج و خیال والے ہوتے ہیں۔ مقرر و خطیب پر ان سب کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے وعظ و خطاب میں شخصی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اسی کے پیش نظر مصلحین علیہم شخصی طور پر اس سے رہتے

معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ اصلاح

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں اصلاح کا یہ طریقہ تربیت کا یہ انداز و اسلوب نمایاں ملتا ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعشر کلمات قال لا تشرك باللہ شیئا وان قتلت وحرقت ولا تعقن والدیك وان امراك ان تخرج من اھلك ومالك ولا تترکن صلوٰۃ مکتوبۃ متعمدا فان من ترك صلوٰۃ مکتوبۃ متعمدا فقد برئت منہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی۔ ۱: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ ۲: والدین کی نافرمانی نہ کرنا، گو وہ تجھے اس کا حکم دیں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے۔ ۳: فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑتا ہے، اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے لاتی ہے۔

اس کی استعداد وصلاحیت، اس کے رجحان و مزاج کو سامنے رکھ کر ہدایات و نصیحتیں فرمایا کرتے ہیں۔

حضرت رفاعی کے مواعظ اور تقریروں کے ساتھ آپ کے نصائح بھی قلمبند ہیں اور یہ سب مطبوع ہیں

نصیحت کا اثر آپ کی تقریروں کی طرح آپ کی نصیحتیں بھی نہایت مؤثر ہوتی تھیں اور دل میں اتر جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت نے اپنے بھانجے شیخ سید عبدالرحیم کو نصیحت فرمائی[1]۔ اس پند گوئی کا اثر سید عبدالرحیم پر کیا ہوا خود ہی بیان کرتے ہیں۔

لما سمعت کلامہ رسخ فی قلبی وتبت ... "حضرت کی نصیحت دل میں اتر گئی اور بیٹھ گئی، اسی پر
اعمل بہ حتی القی اللہ[2] عمل کر رہا ہوں اور تمام زندگی اس پر عمل پیرا رہوں گا"

ملفوظات اکثر تو حضرت رفاعی شخصی طور پر علٰحدگی میں نصیحت فرمایا کرتے تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ گاہے گاہے مجلس میں حاضر مریدین و معتقدین کو بھی نصیحت فرمانے کا معمول تھا۔ اس مجلسی نصیحت کا انداز و اسلوب، وعظ و تقریر کا نہ ہوتا، بلکہ پند گوئی کا ہوتا، آپ کی مجلسی نصیحتیں بھی قلمبند ہیں اور بعض رسالے مطبوع بھی ہیں۔ جیسا کہ

(ص ۔۔ کے حاشیے کا بقیہ)

ذمة الله ولا تشربن خمرا فانه رأس كل فاحشة واياك والمعصية فان المعصية حل سخط الله واياك والفرار من الزحف وان هلك الناس وان اصاب الناس موت فاثبت وانفق على اهلك من طولك ولا ترفع عنهم عصاك ادبا واخفهم في الله۔

ے شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے، ے اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ کا قہر اور غضب نازل ہوتا ہے ے لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مرجائیں ے اگر کسی جگہ وبا پھیل جائے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا ے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا ے تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا ے اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا"
(ترجمہ نقل از ماخذ جزو تبلیغی نصاب جلد اول ص ...)

---

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۔ المجالس الرفاعیہ کی سترھویں مجلس میں یہ نصیحت پوری درج ہے۔

[2] المجالس الرفاعیۃ ص ۱۴۱

رموز الفقراء نے مندرجۂ ذیل تین رسالوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) المجلس الرفاعیہ، (۲) الآثار النافحۃ، (۳) الحکم الساطعۃ[۱]

مسیحی مؤلف یوسف سرکیس نے۔

(۴) رحیق الکوثر من کلام الغوث الرفاعی[۲]

کا ذکر اپنے معجم میں کیا ہے[۳]۔ رحیق الکوثر ۱۸۸۶ء میں بیروت میں چھپ چکی ہے۔

(۵) البرہان المؤید۔ جناب ظفر احمد تھانوی نے اس کا ترجمہ اردو میں "البیان المشید" کے نام سے کیا ہے۔[۴]

---

[۱] رموز الفقراء ص۳۵۔ [۲] معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ۔ جلد پنجم ص۹۳۸

[۳] صدیقی بک ڈپو امین آباد لکھنؤ سے ۱۳۹۲ھ میں چھپی ہے۔

بحیثیت

ذاکر و عابد

ذکر و عبادت سے شغف

حضرت رفاعیؒ کا ذکر و عبادت سے شغف اور ان میں انہماک آخری حد کو پہنچا ہوا تھا. گویا اسی میں لیے ہی کیوں نہ ہو، ذکر و عبادت ہی کے ساتھ آپؒ کی نشوونما اور اسی میں پرورش ہوئی تھی.

نشأ على حب الله ورسوله وشديد التعظيم لسنة الرسول كبير الاشتغال بالذكر والعبادة ؏

"آپ کی نشوونما اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت اور سنتِ رسولؐ کی بے انتہا تعظیم، ذکر و عبادت کی بے حد مشغولی پر ہوئی."

ابتدائی حالت جس کی یہ ہو، اس کا عالمِ شباب و عالمِ شیخوخت کس درجہ ذکر و عبادت میں انہماک و مشغولی کا ہوگا. بلا مبالغہ ذکر و عبادت نے غذا کی جگہ لے لی تھی.

عبادت کا اہتمام

روزہ دن پر مداومت اور قیام لیل کی نہایت پابندی فرماتے تھے، بہت کم استراحت فرماتے، اپنے مالک کے خوف اور اس کی رضا جوئی میں پہلو بستر سے دور رہتے، اپنے مالک کے سامنے غمزدہ بے کس کی طرح سہمے کھڑے آہ و بکا فرماتے، پوری رات بے چینی میں، ایک اضطراری کیفیت میں کٹ جاتی، گویا رات کانٹوں پر بسر ہوتی. حضرتؒ اکثر ٹھنڈی آہیں بھرتے، ہمیشہ بے چین رہتے، گویا خشوع و خوف ہی کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے. حضرت باری تعالیٰ کا ادب ہمیشہ ملحوظ رہتا تھا. پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس سے توجہ نہ ہٹتی، گویا خدا وند قدوس آپ کے سامنے ہیں. بلاشبہ آپؒ "احسان کامل" کے "شہود تام" کے مرتبہ پر فائز تھے.

ادبِ حضرتِ باری تعالیٰ

ادبِ حضرتِ باری تعالیٰ جل شانہٗ کا لحاظ بدرجۂ اتم جو آپؒ میں پایا جاتا تھا، اس کا اندازہ آپؒ کے خادمِ خاص شیخ یعقوب بن کراز کی اس روایت سے ہوتا ہے جس کو علامہ ابن سبکی نے طبقات میں نقل کیا ہے.

لحضر لبعض الاكابر مريضاً اليه عولة الشيخ تبق ايام الا بكلمة فقال يعقوب اي سيدي اسأل ما تقدم الحسد اللوليف؟ فقال اي يعقوب وعزة العزيز لاحمد عليه كل يوم حاجة مقضية وما سألته

"اکابر شیوخ میں سے کوئی محترم شخصیت، ایک مریض کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے، کہ حضرت اس کے لئے دعائے صحت فرمائیں. حضرت دو چار دن متوجہ نہیں ہوتے. میں نے عرض کیا، حضرت اس مریض کے لئے دعا کیوں نہیں فرما رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا،

ؑ البعث الاسلامی ص ۹۵

منها حاجة واحدة، فقلت: اي سيدي
اشكون واحدة لهذا المريض المسكين؟
فقال: لا كرامة ولا عزازة، تريد ان
اكون سيئ الادب، لي ارادة ولله ارادة
ثم قرأ: "الا له الخلق والامر تبارك
الله رب العالمين" اي يعقوب! الرجل
المسكين اذا سأل الله حاجة وقضيت
له نقص تمكنه درجة. فقلت: أرأيت
ستدعو عقب كل الصلوات وكل وقت
قال: ذلك الدعاء تعبد وامتثال
ودعاء الحاجات له شروط وهو غير
هذا الدعاء، ثم لبعد يومين عوفي
ذلك المريض۔[1]

اے یعقوب! عزت عزیز کی قسم، میری ہر حاجت منجانب اللہ پوری ہوتی ہے۔ لیکن کسی بھی حاجت کی میں نے التجا نہیں کی۔ سفارشی انداز میں میں نے عرض کیا کہ اس کے لئے دعائے صحت فرما دیجئے، ارشاد فرمایا: سفارش کرنا اور اس کا مقبول ہونا، نہ یہ اکرام ہے نہ اعزاز، تم یہ چاہتے ہو کہ میں بے ادب ہو جاؤں کہ میرا ارادہ کچھ ہو اور اللہ پاک کا منشا کچھ ہو (یعنی میں اس کی شفا چاہوں اور مالک الملک اس کو مریض رکھنا چاہیں) پھر آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ "تخلیق امور اور ان کی تدبیر سب اللہ ہی کے لئے ہے، رب العالمین کا ہستی بڑی بابرکت ہے"!

اے یعقوب! جب کوئی بندہ اپنی حاجت برآری چاہتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے تو اس کے مرتبہ "تمکین" میں کمی آجاتی ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت نمازوں کے بعد اور دیگر اوقات میں تو دعا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ وہ تعبداً اور امتثالاً ہے حاجت برآری کی دعا اور ان دعاؤں میں فرق ہے۔ حاجت برآری کی دعا کے لئے شرطیں ہیں۔ خیر دوسرے ہی دن وہ مریض شفایاب ہو گیا"!

اوراد و وظائف

حضرت رفاعیؒ اکثر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور اس کے معانی میں تدبر فرماتے، کلام پاک ترتیل و تجوید سے تلاوت فرماتے ــــ اس کے علاوہ مراقبات، ادعیہ ماثورہ اور وہ دعائیں جو آپ پر منجانب اللہ القا ہوتیں، اور درود میں مشغول ہوتے۔ درود ان الفاظ میں بھیجتے تھے۔

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد چہارم ص۴۱

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی الطاہر الزکی
صلاۃ تحل بہا العقد و تفک بہا الکرب وعلی آلہ و
صحبہ وسلم

ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے :

اللّٰھم انی اسئلک من النعمۃ تمامہا ومن العصمۃ دوامہا ومن الرحمۃ شمولہا ومن العافیۃ حصولہا ومن العیش ارغدہ ومن العمر اسعدہ ومن الاحسان اتمہ ومن الانعام اعمہ ومن الفضل اعذبہ ومن اللطف انفعہ اللّٰھم کن لنا ولا تکن علینا ، اللّٰھم اختم بالسعادۃ آجالنا وحقق بالزیادۃ آمالنا واصبب سجال عفوک علی ذنوبنا ومن علینا باصلاح عیوبنا واجعل التقوی زادنا وفی دینک اجتہادنا وعلیک توکلنا واعتمادنا والی رضوانک معادنا ، اللّٰھم ثبتنا علی نہج الاستقامۃ واعذنا فی الدنیا من موجبات الندامۃ ویوم القیامۃ ، اللّٰھم خفف عنا ثقل الاوزار وارزقنا عیشۃ الابرار واکفنا واصرف عنا شر الاشرار واعتق رقابنا ورقاب آبائنا وامہاتنا واخواتنا من النار یا عزیز یا غفار یا کریم یا ستار یا حلیم یا جبار یا اللّٰہ یا اللّٰہ اللّٰھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل علی متشابہا فاتبع الھوی ، اللّٰھم انی اعوذبک ان اموت فی طلب الدنیا برحمتک یا ارحم الراحمین ، وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ، الحمد للّٰہ رب العالمین ع۱

ہر روز ہزار مرتبہ استغفار ان الفاظ میں فرماتے تھے :

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین عملت سوءًا ظلمت
نفسی واسرفت فی امری ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی وتب
علی انک انت التواب الرحیم یا حی یا قیوم لا الہ الا انت ع۲

ع۱ کتاب السید المساعی ص۱۱۵ ۔ ع۲ البعث الاسلامی محرم ۹۲ھ ص۹۹

ادعیہ، نوافل، مراقبات، اوراد، ذکر و تلاوت سے حضرت کو طبعی مناسبت تھی، بطورِ عادت یہ چیزیں آپ سے صدور پذیر ہوتی تھیں۔

وظائف نامے حضرت رفاعی قدس سرہٗ کے وظائف و اوراد، ذکر و تلاوت کے معمولات کو یکجا قلمبند کیا گیا ہے۔ مندرجۂ ذیل رسالے انہیں پر مشتمل ہیں:۔

۱۔ الاحزاب الرفاعیہ [1]

۲۔ السر المصون [2]

۳۔ کتاب السیر والمساعی فی احزاب واوراد السید الغوث الرفاعی۔

درآخر الذکر کتاب کو جناب سید ابراہیم آفندی راوی رفاعی نے مرتب کیا ہے۔ جناب سید ہاشم یوسف رفاعی نے کویت سے اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۰ھ میں شائع کیا ہے۔

---

[1] المجالس الرفاعیہ ص۳۔ [2] معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد پنجم ص۹۳۸

بحیثیت

شاعرو سخن ساز

طبعی مناسبت شاعری اکتسابی شئی نہیں ہے کہ مشق و تمرین سے حاصل ہو جائے۔ شاعری دراصل فطری ہوتی ہے۔ شاعر شاعر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت رفاعیؒ شاعر تھے۔ شاعری فطری تھی۔

حضرت اپنی عدیم الفرصتی اور اپنے اشغال کثیرہ کے باوجود شعر کہتے تھے اور بلا کسی تکلف و تصنع کے فی البدیہہ کہتے تھے۔

وجدانی شاعری حضرت کے سینۂ مبارک میں اسلامی جذبات موجزن، دینی شعور نہایت قوی، دل دردمند تھا، اسی لئے کلام میں "وجدانی عنصر" غالب "فکر و خیال" ناپید ملتے ہیں۔ فکر و خیال تصنع اور تکلف کے محتاج ہوتے ہیں۔ حضرت ان سے مبرا تھے۔ عنصر وجدان ہی کی وجہ سے کلام میں سادگی ہے۔ لیکن یہ سادہ گوئی نہایت مؤثر ہے: تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کی توصیف کی ہے۔ ابن عماد، ابن قاضی شہبہ سے نقل کرتے ہیں۔

ولہ شعر حسن [1]   "آپ کی شاعری اچھی ہے"

آپؒ کا کلام علامہ ابن کثیر نے حضرت کا کلام نمونۃً نقل کیا ہے:

إذا جن ليلي هام قلبي بذكركم   أنوح كما ناح الحمام المطوق

(رات جب اندھیری ہوئی تو تمہاری یاد میں میرا دل مچل گیا اور میں پھنسے ہوئے کبوتر کی طرح پھڑپھڑانے لگا)

وفوقي سحاب يمطر الهم والأسى   وتحتي بحار بالأسى تتدفق

(سر پر بادل ہیں جو غم برسا رہے ہیں، پیروں تلے آنسوؤں اور حسرت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے)

سلوا أم عمرو كيف بات أسيرها   تفك الأسارى دونه وهو موثق

(پوچھو تو سہی کہ ام عمرو، کا اسیر یہ رات کیسے گزری، اس کے سامنے قیدی رہا ہو رہے تھے اور یہ بندھا پڑا تھا)

فلا هو مقتول ففي القتل راحة   ولا هو ممنون عليه فيطلق

(نہ اس کو قتل ہی کیا گیا کہ راحت پالیتا، نہ اس پر احسان ہی کیا گیا کہ آزاد ہو جاتا)

غزل کے دو شعر بھی نقل کئے ہیں ؎

---

[1] شذرات الذہب جلد چہارم ص ۲۶۰ بحوالہ مقالات احسانی ص ۱۹۵

اغار علیھا من ابیھا وامھا — ومن کل من یدنو الیھا وینظر

(اس کے باپ اور اس کی ماں اس کے تمام رشتہ دار اور ملنے والوں کی تیز نظریں مجھ پر پڑ رہی ہیں)

واحسد للمرآۃ ایضا بکفھا — اذا نظرت مثل الذی انا انظر [عہ]

طویل نظم کے چند شعر ہیں: ؎

تعود سھر اللیل — فان النوم خسران

شب بیداری کی عادت ڈالو — نیند گھاٹا نقصان ہے

وقم للواحد الفرد — وللقرآن خلان

قیام لیل بخدائے وحید و فرید کے لئے اور قرآن سے رشتہ کے لئے

ویلھو المعرض اللاھی — وعند القوم احزان

(بے ہودہ شخص لہو و لعب میں مبتلا ہے اور قوم طول و حسرت میں ہے)

ولا ترکن الی الدنیا — فعقبی الذنب میزان

(دنیا سے جی نہ لگا — گناہ کا انجام میزان ہے)

فیا للغافل الساھی — وما فی النوم وسنان

(وغافل بے پروا رات بھر سوتا ہے، جیسے نیند میں حسین کہاں)

ھم واللہ فتیان — اذا ما قیل فتیان [عہ]

(جوانمرد تو بخدا وہی ہیں جو واقعتہً نوجوان ہیں)

جناب سید محمود سامرائی رفاعی نے حضرت قدس سرہٗ کے کلام کو یکجا مرتب کیا ہے۔ المجالس الرفاعیہ میں سید محمود موصوف کی مؤلفات کی فہرست میں اس مجموعہ کلام کا بھی تذکرہ ہے۔

عہ البدایہ والنہایہ حصہ ۱۱ صفحہ ۳۱۳ ۔ عہ المجرعۃ الصغری للفوائد الکبری ص۳

بحیثیت

مردِ مومن

تواضع، انکساری

اعلیٰ منزل

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

ان التواضع وانكار الذات من خصائص رجال الله الخاصة وهو المنصب الاعلى في الدين افضل من الف فضيلة و الف كرامة ولا يبلغ الانسان هذه المنزلة الا ان تموت الانانية و يتزكى قلبه من جميع الشوائب والعلائق [1]

— تواضع اور بے نفسی اولیاء اللہ کی مخصوص صفات میں سے ہے۔ دین میں اس صفت کو بڑا مرتبہ حاصل ہے۔ ہزار فضیلتوں پر یہ صفت بھاری ہے۔ انسان اس صفت کو جب ہی پا سکتا ہے کہ اس کی انانیت نابود ہو جائے۔ اور اس کا قلب تمام آلائشوں سے پاک ہو جائے۔

عدمِ تاثر

حضرت رفاعیؒ میں دیگر فضائل، کمالات کے ساتھ یہ اعلیٰ صفت عظیم خصوصیت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپ کے ملفوظات خود شاہد ہیں کہ کس درجہ کا تواضع، للہیت، تحمل، کسرِ نفسی، انکارِ ذات، بے نفسی، قطع علائق آپ میں موجود تھا۔ آپ کے خادمِ خاص شیخ یعقوبؒ بن کراز سے کسی مناسبت پر ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

لو ان عن يميني خمس مائة يروحوني بمراوح الند والطيب وهم من اقرب الناس الي وعن يساري مثلهم وهم من ابغض الناس الي معهم مقاريض يقرضون بها لحمي ما زاد هولاء عندي ولا نقص هولاء عندي بما فعلوه ثم

— اگر دائیں پانچ سو مقربین کھڑے مجھ پر دولت کیا ور اور عطر بیزی کر رہے ہوں اور بائیں پانچ سو حاسد کھڑے قینچیوں سے میرے جسم سے بوٹیاں لے رہے ہوں، — جب توفیق دونوں اپنے اپنے سلوک پر مامور ہیں اس لئے — دونوں میرے نزدیک برابر ہیں۔ نہ یہ بلند مرتبہ نہ وہ پست و ذلیل، پھر آپ نے

---

[1] رجال الفکر والدعوۃ جلد اول

قرأ: «لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم والله لا يحب كل مختال فخور» ع۱

"تلاوت فرمائی:۔ جیتے امور پر ملال نہ ہو، اور عطا فرمودہ چیزوں پر اترانا نہ ہو، بے شک وہ اترانے اکڑنے والے کو ہرگز پسند نہیں فرماتا"۔

قولِ فیصل

ایک موقعہ پر سلوک کے تمام راستوں میں اپنے مختار راستے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

سلكت كل طرق فما رأيت أقرب ولا أسهل ولا أصلح من الذل والافتقار والانكسار لتعظيم أمر الله والشفقة على خلق الله والاقتداء بسنة رسول الله ع۲

"سلوک الی اللہ کے تمام راستوں پر میں چلا ہوں، مگر افتقار، عجز و انکساری کے راستے سے بڑھ کر جلد از جلد بسہولت تمام خیر و عافیت کے ساتھ اوامر الٰہیہ کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت، اقتدائے رسول اکرم تک پہنچانے والے کسی اور راستے کو میں نے نہیں پایا"۔

نفس پر عدمِ اعتماد

آپؒ اپنے خدام سے اپنی اصلاح کی درخواست فرماتے تھے کہ کوئی عیب، کسی فرد گذاشت پر تم مطلع ہو تو فوراً متنبہ کر دو، اور فرماتے، حق ہے تم پر، اور تم اس پر مامور بھی ہو، اس لئے قطعاً اندازی، پردہ پوشی، یا تاویلات سے کام نہ لو بلکہ میرے نقائص اور کمزوریوں کی طرف توجہ مبذول کرادو، آپ کے خادم خاص شیخ یعقوبؒ بن کراز کہتے ہیں:۔

كان سيدي أحمدؒ في المجلس فقال لأصحابه: أي سادة! أقسمت عليكم بالعزيز سبحانه من كان يعلم فيّ عيباً فليقله، فقام الشيخ عمر الفاروثي فقال: أنا أعلم عيبك أن مثلنا من أصحابك، فبكى الشيخ والفقراء ع۳

"حضرت رفاعیؒ مجلس میں تشریف فرما تھے، اپنے اصحاب سے فرمایا، اے لوگو! خدائے عزیز کی قسم دے کر آپ لوگوں سے عرض کرتا ہوں کہ تم میں سے جو بھی میرے کسی عیب پر مطلع ہو، اس کو خدارا بیان کردے، شیخ عمر فاروقی نے بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ایک عیب سے واقف ہوں، وہ یہ کہ ہم جیسے نالائق آپ کے خادم ہیں، اس پر حضرت والا اور فقراء پر گریہ طاری ہو گیا"۔

ع۱ ع۲ البعث الاسلامی: محرم ۱۳۹۳ھ ۔ ۱۹۷۳ء ع۳ البعث الاسلامی بابت محرم ۱۳۹۳ھ

علامہ شعرانی اور جناب محمد علی قلندر نے لکھا ہے کہ آپ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ:

ای سادة انا خادمکم وانا دونکم [1] — "اے لوگو! میں تو تمہارا خادم اور تم سے کم تر ہوں"۔

پیکرِ عجز و انکسار

درحقیقت کمال جنس سے ہے، قول سے نہیں، حضرت رفاعی سراپا عمل تھے، گفتار و کردار دونوں کے جامع تھے، عجز و انکسار کے آپ پیکر تھے۔ مؤلفین اہلِ قلم، تذکرہ نویسوں نے آپ کی اس خصوصیت کو بہت اجاگر کیا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کے بارے میں گواہی دی ہے۔

ما تصدر قط فی مجلس ولا جلس علی سجادة تواضعا [2] — "آپ کبھی صدرِ مجلس نہ بنے اور نہ کبھی سجادہ اور گادی پر تشریف فرما ہوئے۔ یہ آپ کا تواضع تھا"۔

علامہ ابن سعد یافعی شہادت دیتے ہیں۔

وکان الیہ المنتھی فی التواضع والقناعة ولین الکلمة والذل والانکسار والازراء علی نفسه وسلامة الباطن [3] — "تواضع، قناعت، نرم گوئی، انکسار و فروتنی، کسرِ نفسی وسلامت باطن کی صفت وخصوصیت آپؒ کی ذات پر ختم ہو گئی"۔

جناب سید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں:

بلغ من التواضع والتصاغر الی منتھاھا [4] — "عجز و انکساری کی انتہا کو آپ پہنچ چکے تھے"۔

عجز و انکسار کی وجہ

حضرت باری تعالیٰ شانہٗ کی عظمت و کبریائی، اسکی قہاری و جباری کا استحضار، حضرت رفاعیؒ پر اس درجہ شدید و غالب ہوتا کہ وہ اس تاثر سے پانی پانی ہو جاتے اور اپنی ہستی کی بے حقیقتی آپ پر عیاں ہو جاتی تھی۔ اس استحضاری کیفیت اور اس کے تاثر کے بارے میں علامہ شعرانی نے حضرت رفاعیؒ کا ایک قول لکھا ہے، اور اہلِ خرد کے لئے تحیر کا موقعہ مہیا کیا ہے کہ:

لولا لطف اللہ تعالیٰ لی، ما رجعت الیکم [5] — "اگر لطفِ الٰہی اس موقعہ پر میرے شاملِ حال نہ ہو تو، تمہاری طرف، میری واپسی ممکن نہیں ہے"۔

---

[1] لواقح الانوار جلد اول ص۱۲۳، الدر المنظم جلد اول ص۳۰۶، [2] لواقح ص۱۲۳، قرۃ الناظر ص۵۴، الفتح المبین ص۱۰۲، [3] مرآۃ الجنان ص۳۰۹، [4] البعث الاسلامی، لکھنؤ ص۹۳، [5] لواقح الانوار جلد اول ص۱۲۳

حاء و میم کا بھید

اسی کیفیت کی وجہ سے آپ پر "حاء و میم" کا بھید منکشف ہو گیا تھا۔ اور جنگل کے جانور اور گھونسلوں کے پرندے آپ سے مانوس ہو گئے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے خود اس کیفیت کی تشریح فرمائی ہے۔

لا یحصل للعبد صفاء الصدر حتی لا یبقی فیه شیٔ من الخبث لا لعدو ولا لصدیق ولا لاحد من خلق الله عز وجل وهنا لک تستانس به الوحوش فی غیاضها والطیر فی اوکارها ولا تنفر منک ویتضح لک سر الحاء والمیم ۱؎

"کسی شخص کو "صفائی قلب" حاصل نہیں ہوتی جب تک اس میں "بدخواہی" ہو، چاہے دشمن کے ساتھ یا دوست کے ساتھ، یا کسی بھی مخلوق کے ساتھ۔ جب بدخواہی نکل جاتی ہے تو اس سے وحشی بدکنے والے جانور اور چوگنے پرندے مانوس ہو جاتے ہیں اور "حاء و میم" کا بھید اس پر منکشف ہو جاتا ہے۔"

جناب محمد علی قلندر لکھتے ہیں کہ غالباً حضرتؒ کی مراد "حاء و میم" سے "حقیقت اور مجاز" ہو ۲؎

تمکین بر مکان

اسی صفت "صفائی سینہ" کی وجہ سے آپؒ منازل سلوک طے فرما کر اس جگہ پر متمکن، اس مرتبہ پر فائز ہوئے جس سے بلند و بالا کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہے۔ علامہ شعرانی حضرت رفاعیؒ کے ایک مکالمہ کو نقل کر کے اس پر اپنی رائے لکھتے ہیں:

قال له شخص من تلامذته یا سیدی انت القطب فقال نزه شیخک عن القطبیة فقال له انت الغوث فقال نزه شیخک عن الغوثیة۔

"آپ کے تلامذہ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ "قطب" ہیں، فرمایا اپنے شیخ کو قطبیت سے منزہ کرو۔ اس نے عرض کیا پھر آپ "غوث" ہیں، فرمایا کہ اپنے شیخ کو اس سے بھی منزہ کرو۔

قلت وفی هذا دلیل علی انه تعدی المقامات والاطوار لان القطبیة والغوثیة مقام معلوم ومن کان مع الله بالله فلا یعلم له مقام وان کان له فی کل مقام مقام والله اعلم ۳؎

میرے نزدیک یہ اشارہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپؒ مقامات اور مراتب سے گذر چکے تھے۔ کیونکہ قطبیت اور غوثیت معروف اور معلوم مقامات ہیں۔ لیکن جو "مع اللہ" - "باللہ" ہو اس کا مقام غیر معلوم ہوتا ہے اگرچہ ہر مقام میں اس کا مقام ہوتا ہے۔ واللہ اعلم"

۱؎ لواقح الانوار ص۱۲۳ ، ۲؎ الدار المنظم ص۳۰ ، ۳؎ لواقح الانوار ص۱۲۳ ۔

خدمتِ خلق

خدمت کا مزاج

حضرت رفاعیؒ اپنے تلامذہ اور سالکین جو ہزارہا کی تعداد میں خانقاہ میں مقیم ہوتے تھے ــــ کے علاوہ دوسروں کی خدمت و معاونت، تائید و نصرت کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ خدمتِ خلق میں آپ کا پایہ نہایت بلند ہے۔ آپ کے اندر ایثار و قربانی، مخلوق سے ہمدردی اور شفقت نہایت درجہ تھی۔ مساکین کا روزینہ مقرر کرنا، یتیموں کی کفالت، مریضوں کی عیادت، زخمیوں کی مرہم پٹی، مظلومین کی نصرت آپؒ کے معمولات میں شامل تھی۔ آپ کی شفقت و مہربانی انسانوں سے متجاوز ہو کر حیوانات و حشرات الارض تک پہنچ گئی تھی۔

دردمند دل

آپؒ کبھی کسی سے خدمت نہیں لیتے تھے، دل نہایت دردمند تھا، کسی کی تکلیف پر کسی کی مصیبت پر کڑھتا تھا۔ اسی دردمندی، غمخواری کی وجہ سے آپؒ کبھی ایک روٹی سے زیادہ نوش نہ فرماتے۔ سید عزالدین احمد لکھتے ہیں۔

لا یستخدم لحد افی حاجۃ لنفسہ و یقول اذا اختترت الخدمۃ کیف یکون للخادم خادم ولا یجمع فی حالۃ واحدۃ بین نوعین من الطعام ولا یا کل اکثر من قرص او نصفہ و یقول اذا اکلت اکثر من ذلک انا م فی اللیل متبختا و یکون فی الموضع اناس جیاع ناطالب بذلک۱؎

"اپنی ضروریات کے لئے کسی سے کوئی خدمت نہیں لیتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے اگر میں دوسروں سے خدمت لوں تو خادم کہاں رہا۔ دسترخوان پر دو قسم کا کھانا نہیں ہوتا تھا اور آدھی روٹی اور ایک روٹی سے زیادہ کبھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ اس کی وجہ ارشاد فرماتے کہ اگر میں اس سے زیادہ کھاؤں تو میں آسودہ سو جاؤں اور غریب مساکین بھوکے سوئیں۔ خداوند قدوس مجھ سے مطالبہ فرمائیں کہ تو تو آسودہ سو رہا اور مخلوق بھوکی رہی۔"

۱؎ المعارف المحمدیہ ص

مختلف خدمات

حضرت رفاعیؒ بیواؤں، مسکینوں کے گھر پہاڑ سے لکڑیاں لا ڈالتے اور بسا اوقات ان کے گھر پانی بھرتے تھے[١]۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ کوڑھیوں کو نہلاتے تھے اور ان کو کپڑے پہناتے، ان کے بال سنوارتے اور ان کے واسطے کھانا لے جاتے تھے۔ اور انہیں کے ساتھ کھانا نوش فرماتے تھے اور ان کے لئے دعاء کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ ان کی زیارت واجب ہے[٢]۔ اگر ام عبیدہ کے دیہاتوں کے کسی مریض کا حال سنتے تو اس کی عیادت کے لئے ضرور تشریف لے جاتے، وہ ایک دن بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آتی تو قیام فرما کر خانقاہ لوٹتے تھے[٣]۔ کسی سفر سے مراجعت فرماتے اور ام عبیدہ کے قریب پہنچتے تو کمر باندھ لیتے اور رسی لے کر پہاڑ سے لکڑی جمع کرتے اور سر پر رکھ کے یتیم، بیوہ، مسکین، معذور کے گھر اور کبھی مشائخ کے مکان پر لے جاتے آپ کی عادت شریفہ سڑک پر اندھوں کا انتظار فرمانے کی بھی تھی۔ جب وہ آتے دکھائی دیتے تو فوراً ایک کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور منزل تک پہنچا آتے۔ اسی طرح جب کسی عمر رسیدہ کو دیکھتے تو اس کے محلہ تک پہنچا کر محلہ کے کسی صاحب خیر سے اس کے ساتھ حسن سلوک کی سفارش کرتے اور حدیث[٤] شریف سناتے کہ:

من اکرم ذا شیبۃ سخر اللہ لہ من یکرمہ عند شیبتہ[٥]	"عمر رسیدہ آدمی کا جو شخص اکرام کرتا ہے اس کے بڑھاپے میں اللہ پاک اس کے لئے اکرام کرنے والے پیدا فرماتے ہیں"

حضرتؒ خانقاہ کے جانوروں کی بھی دیکھ بھال فرماتے اور ان کو پانی چارہ ڈالتے خانقاہ اور خانقاہ کی مسجد کو خود جھاڑو دیتے تھے[٦]

حضرت رفاعیؒ نہایت نرم خو اور رحمدل تھے۔ ہر ذی روح سے آپ کو ہمدردی تھی۔ چاہے وہ مچھر، مکھی ہو یا کتا بلی، ہر ذی روح کی راحت کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔[٧]

بلی پر شفقت

ایک بلی آپ کے دامن میں بیٹھے سو گئی۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ آپؒ نے دامن کے اتنے حصے کو چاک کر دیا۔ اس کو بیدار نہ ہونے دیا۔ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو وہ بیدار کھڑی تھی۔ اپنے دامن کا کپڑا اٹھا کر کرتے سے سی لیا۔[٨]

---

[١] المجموعۃ العزیزی ص۔۔ ، [٢] الدار المنظم جلد اول ص٣٠ ، [٣] لواقح الانوار ص١٣٢ ، [٤] لواقح الانوار ص١٣٢ ، [٥] المعارف المحمدیہ ص۔۔ ، [٦] البعث الاسلامی ص٩٣ ، [٧] الدار المنظم جلد اول ص٣٠٢

مچھر پر شفقت

ایک دن شدت کا جاڑا تھا، آپؒ نے وضو کیا اور دیر تک ہاتھ پھیلائے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں جنبش نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت کے خادم شیخ یعقوب نے آکر آپ کی دست بوسی کی۔ آپ نے فرمایا۔ اے یعقوب! تم نے اس ضعیف کو کیوں پریشان کیا، انہوں نے متعجبانہ عرض کیا، کون ضعیف؟ فرمایا ایک مچھر میرے ہاتھ سے اپنا رزق کھا رہا تھا وہ تمہاری دست بوسی سے اڑ گیا۔ [1]

پتنگے پر رحم

شیخ یعقوب کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت کسی سے مخاطب ہو کر معذرت پیش کر رہے ہیں کہ اے بیچارے اتر سے بیٹھنے کا مجھے علم نہیں تھا، میں تجھے یہاں تک لے آیا اور تیرے ہم جنسوں سے الگ، دور کر دیا۔ آپ معذرت فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا تو مخاطب پتنگا تھا، جو حضرت کے کرتے سے چمٹا ہوا تھا۔

آپ دھوپ میں کبھی تشریف لے جا رہے ہوں اور آپ کے جسم پر پتنگا آ بیٹھتا تو سائے میں اتنی دیر تشریف رکھتے کہ وہ از خود اڑ جاتا۔ آپ فرماتے کہ یہ بیچارہ سایہ چاہتا تھا۔ [2]

جوں اور کھٹمل پر مہربانی

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ "آپ جانوروں کی حفاظت و نگہداشت پر مامور تھے چنانچہ جب کسی فقیر کو کھٹمل یا جوں کو مارتے دیکھتے تو فرماتے کہ تیرا بھلا ہو! بیچارے کی جان لے کر بھی تیرا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

ایک مرتبہ لنگر خانے پر سے گذر ہوا۔ حجرے میں چند کتوں کو کھانے پر آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا تو آپؒ حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تاکہ کوئی پہنچ کر ان کو بھگا نہ دے۔ [3]

خارشی کتے کی تیمارداری

تقریباً تمام تذکرہ نویسوں نے آپؒ کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک کتے کو خارش ہو گئی۔ کتا خارشی زخم سے انتہائی کریہہ اور بدبودار ہو گیا تھا۔ اہل شہر اس سے نفرت کرنے لگے، اس کو اپنے دروازوں پر آنے نہیں دیتے تھے، دوسرے کتے بھی اس کو پاس آنے نہیں دیتے تھے، حضرت رفاعیؒ اس کو جنگل لے گئے، اس کے لئے سائبان تانا، روزانہ اس کے لئے کھانا اور دوا لے جاتے، کھلاتے پلاتے اور تیل ملتے۔ چالیس دن کے بعد وہ کتا اچھا ہو گیا، آپؒ نے گرم پانی سے اس کو نہلایا اور شہر لائے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپؒ نے اس کی خوب خدمت فرمائی، ارشاد فرمایا، ہاں۔ میں اللہ سے ڈرا کہ کہیں قیامت میں وہ مجھ سے

---

[1] لواقح الانوار صـ ۱۲۳ ۔ [2] البحث الاسلامی جلد ۱۲، عدد ۳، صـ ۹۶ ۔ [3] لواقح الانوار صـ ۱۲۳

اس کا مؤاخذہ نہ کرے اور فرماتے کہ تجھے اس کتے پر ترس نہ آیا اور تو ڈرا نہیں کہ میں تجھے بھی اس کتے کی طرح مبتلائے مرض کر سکتا ہوں۔ ؎۱

خدمتِ خلق کی وجہ تقریباً ان تمام واقعات کو نقل کر کے جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں۔

ان هذه الحكايات ان دلت على شئ فانما تدل على ما كان يحمله الشيخ ابو العباس الرفاعي فى قلبه من عاطفة جياشة للرحمة والشفقة على الحيوانات فضلا على الانسان اشرف الخلق واكرمه كما تدل على انكساره وعدم اعتداده بذاته وغاية افتقاره الى الله ولا شك انه لم يكن يفعل كل ذلك [illegible] على غنى ومال او طمع فى جاه ومنصب او كسب القلوب الجماهير وحب الناس فقد كان غنيا عن كل ذلك لما كان يعيش فيه من الانصراف التام عن الدنيا وحطامها والانقطاع عن كل شئ الى الله وحده واتباع السنة والعمل بها۔ ؎۲

"ان واقعات سے جہاں حضرت رفاعیؒ کے رحم و کرم کے جذبات اور حیوانات پر شفقت و مہربانی کا پتہ چلتا ہے، وہیں یہ واقعات آپؒ کی انکساری، کسر نفسی، اپنی ذات سے بے پروائی، اللہ تعالیٰ کی طرف غایتِ احتیاج پر دلالت کرتے ہیں، بلاشبہ حضرتؒ والا یہ سب مال و دولت کی حرص میں یا جاہ و منصب کی طمع میں یا عوام کے دل جیتنے اور ان کو خوش کرنے کے لئے نہیں کرتے تھے۔ آپؒ ان تمام مذکورہ اغراض سے نہایت بلند تھے۔ اس لئے کہ دنیا اور دنیاوی اشیاء سے آپؒ کو کلی انقطاع حاصل تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و اتباع ہی کے ہو رہے تھے"۔

؎۱ الدرربات ص۱۳، تسہیل المواعظ ص۱۵ ؎۲ البعث الاسلامی عدد ۳ جلد ۱۶ ص۹۵

حلم و عفو

تحمل و تسامح

حضرت رفاعی حلیم المزاج تھے۔ دوستوں حاسدوں کی طرف سے جو بھی ایذا و پہنچتی خندہ پیشانی سے اس کا تحمل فرماتے، درگذر و تسامح سے کام لیتے تھے۔ اس برتاؤ میں دوست دشمن کی تفریق نہیں تھی۔ کسی کی تنظیم و اکرام سے خوش ہو کر نہ شاباشی دیتے اور نہ کسی کی ایذاء و تکلیف پر غصہ ہو کر زجر و توبیخ فرماتے۔ برائی، ناروا برتاؤ کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

کان لا یجازی قط بالسیئۃ السیئۃ "برائی کا بدلہ آپ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے"[1]

شواہد

لکھنے والوں نے آپ کے تحمل، آپؒ کی بردباری، آپ کے عفو و تسامح کے واقعات اتنی کثرت سے نقل کئے ہیں کہ ان کے نقل کے لئے دفتر درکار ہے۔ یہ مختصر تذکرہ اس کا متحمل ہرگز نہیں ہے۔ نمونہ و مقیاس کے لئے دو تین واقعات کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فقراء کی زیادتیوں پر تحمل

جناب محمد علی قلندر لکھتے ہیں:

"آپ کے ساتھ کوئی کیسی ہی برائی کرتا مگر آپؒ اس کے عوض میں برائی نہ کرتے۔ چنانچہ ایک بار ایک گروہ فقراء سے ملاقات ہوئی، ان سب نے آپؒ کو گالی دی اور کہا، اے اعور دلے کانے، اے دجال اے حرام چیزوں کو حلال کرنے والے، اے قرآن میں تبدیلی کرنے والے، اے ملحد، اے کتے، آپؒ نے اسی وقت اپنا سر کھول کر زمین بوسی کی اور کہا کہ اے میرے سردارو! مجھ سے راضی ہو جاؤ، مجھے تمہارے حلم سے یہی امید ہے اور ان سب کی دست بوسی فرمائی۔ جب آپ نے اس خوشامد اور لجاجت سے ان کو مجبور کر دیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تم سے زیادہ کسی فقیر کو متحمل نہیں دیکھا کہ اتنا سب کچھ ہم نے تم کو کہہ سنایا مگر تم متغیر تک نہ ہوئے،

[1] لواقح ص ۱۲۲

آپ نے کہا کہ یہ سب تمہاری برکت اور عنایت ہے۔ پھر اپنے احباب سے فرمایا کہ اس واقعہ سے ہم کو راحت ہوئی۔ انہوں نے اپنے جی کی بھڑاس ہم پر اتاری، دوسروں کے مقابلے میں ہم ہی اس کے زیادہ مناسب تھے۔ ممکن تھا کہ یہ باتیں وہ کسی اور سے کہتے اور وہ متحمل نہ ہوتا۔" [1]

اہلیہ محترمہ کی ایذاء پر صبر

جناب سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

"خواب میں ایک صاحب نے حضرت والا کو "مقعدِ صدق" جو قرب کے قرآنی مقام کی تعبیر ہے۔ دیکھا آکر مرید ہوا اچانک ایک دن اس نے دیکھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ آرنج دینے کی لکڑی زنان خانے میں تڑاتڑ مار رہی ہیں اور سید صاحب خاموش پٹ رہے ہیں۔ مرید کو بڑا طیش آیا۔ مہر دریافت کرکے رقم کے ساتھ حاضر ہوا کہ ایسی عورت کو الگ کر دیجئے۔ فرمایا کہ "مقعدِ صدق" میں مجھے تم ہرگز نہ پاتے اگر ان کے سلوک پر صبر سے کام نہ لیتا۔" [2]

شیوخ کے برتاؤ پر بردباری

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

"شیخ ابراہیم تبتی [3] نے آپ کے پاس خط بھیجا۔ اس میں آپ کو بہت کچھ سخت باتیں لکھیں۔ قاصد جب خط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا، کہ اس کو پڑھو۔ اس نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا، اے اعور، اے دجال، اے مبتدع، یہاں تک کہ اے کتے کے بچے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی مغلظ باتیں تھیں۔ جب قاصد پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کو آپ نے لے لیا اور خود پڑھا اور فرمایا کہ شیخ ابراہیم سچ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیک عوض دے۔" پھر ایک شعر پڑھا ہے:

قلت ابالی من زمانی بریبۃ   اذا کنت عند اللہ غیر مریب

(خداوند قدوس کے نزدیک جب میں غیر مشکوک ہوں تو پھر معاصرین کے شک و ریب کی مجھے بالکل پروا نہیں ہے)

---

[1] البدر المنیر جلد اول ص ۳۰ ۔ [2] مقالات احسانی ص ۱۹۲ ۔ [3] بالضم، کہستان کا ایک شہر، منتہی الارب

قاصد ہی سے فرمایا اس کا جواب لکھو: "اس بے حقیقت فقیر احمد کی طرف سے حضرت شیخ ابراہیم البستی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو کہ آپ نے جو کچھ لکھا حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ نے مجھے جیسا چاہا ویسا پیدا فرمایا اور جو کچھ چاہا مجھ میں رکھا آپ کی عنایتوں سے امید یہی ہے کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں گے. اور اپنی مہربانیوں سے مجھے محروم نہ فرمائیں گے":

علامہ شوکانی آگے لکھتے ہیں:-

دلدوز عبرت

فلما وصل الكتاب الى البستي هام على وجهه ثم ما عرفوا الى اين ذهب [1]

"جب یہ مکتوب شیخ ابراہیم البستی نے پڑھا تو منہ کے بل گر پڑے۔ لوگوں نے انہیں پھر کبھی نہیں دیکھا":

---

[1] تذکرہ، جلد اول صفحہ ۱۲۳ ۔

معاصرین کا ذکرِ خیر

عادتِ شریفہ آپ کی عادتِ شریفہ ہمیشہ اپنی مجلس میں، درس میں مریدین اور تلامذہ کے سامنے اپنے معاصرین کا ذکرِ خیر فرمانے اور غائبانہ ان کی تعریف فرمائی اور ان کے اعزاز و اکرام کی تھی۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی[1] قدس سرہٗ آپ کے ہمعصر بزرگ

---

[1] **حضرت جیلانی رحمہ** حضرت سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن المثنیٰ بن سید حسن السبط بن امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ (بحوالہ انساب بحوالہ الفتح المبین ص۱۳، نزہۃ الخاطر ص، الطبقات الکبریٰ جلد اول ص۱۲۶، شرح حزب الوسیلہ ص۹) کی ولادت جیلان کے قریب نیف میں ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی، عصری علوم سے کامیاب فراغت اور ان علوم میں بڑی مہارت پیدا فرما کر ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس کی صحبت اختیار فرمائی، تصوف و طریقت میں ان کی رہنمائی رہی۔ حضرت قاضی ابوسعید مخرمیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل فرمایا (نزہۃ الخاطر ص۳۳) علاء الدین ابن کثیر لکھتے ہیں :- "آپ بغداد تشریف لائے، شیخ ابوسعید مخرمی سے کتب احادیث کی سماعت کی اور تفقہ حاصل کیا، شیخ مخرمیؒ نے مدرسہ بنایا تھا، وہ مدرسہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کیا (البدایہ والنہایہ ص) آپ کی کوئی مجلس کسی یہودی، نصرانی کے اسلام لانے سے خالی نہ ہوتی اور غیر شرعی زندگی سے توبہ کرنے والوں کا ہجوم تو ہمیشہ رہتا" (زبدۃ الاسرار، زبدۃ الآثار ص۶۵) مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں کہ "آپ کی مجلس میں حکام، امراء، وزراء اور خلیفۂ وقت حاضر ہوتے اور نہایت ادب کے ساتھ بیٹھے رہتے، علمائے کرام اور شیوخ وقت ہزاروں کی تعداد میں موجود ہوتے۔ ایک مجلس میں چار چار سو [illegible] ہوا کرتے جو املا کو قلمبند کرتے تھے" (رجال الفکر والدعوۃ، جلد اول، ص) ابو عبداللہ محمد بن جیلی لکھتے ہیں: "آپ مستجاب الدعوات، رقیق القلب، دائم الذکر، کریم النفس، جواد، صاحب مروت، شریف اخلاق اور بہت زیادہ اپنے رب کے سامنے رونے والے تھے" (قلائد الجواہر ص۹ بحوالہ رجال الفکر والدعوۃ ص۲۵۵) علامہ ابن عماد لکھتے ہیں :- "لوگوں نے آپ کو مختلف القاب دیئے ہیں، مثلاً محیی الدین، موضح الطریقین، کریم الجدین، معلم الواصلین، معاصر فقہاء آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، بڑے بڑے مشائخ نے آپ سے خلافت پائی ہے" (شذرات الذہب جلد ۴ ص۱۹۹، باقی صفحہ)

تھے۔ حضرت رفاعیؒ کسی بھی مناسبت سے آپ کا ذکرِ خیر فرماتے اور جب ذکرِ خیر ہوتا تو اونچے الفاظ فرماتے۔

حضرت جیلانیؒ کی یاد آوری

حضرت رفاعیؒ کے بھانجے شیخ ابوالفرج عبدالرحمٰن اپنے ایک سفرِ بغداد کا حال بیان کرتے ہیں:

قدمت بغداد وحضرت مجلس الشيخ عبد القادر قدس سره فرأيت من حاله وخلوته ستره ما اذهلني فلما

۔ بغداد جانا ہوا تو شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضری ہوئی۔ حضرتؒ کے حال اور خلوت کے ستر کو دیکھ کر میں متحیر ہوا۔ ام عبیدہ کو واپس ہوئی تو اپنے

(صب کے حاشیے سلسلہ) بحوالہ مقالاتِ احسانی ص۱۹۳) شیخ ابو عبداللہ ہروی کہتے ہیں: ۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی چالیس سال تک میں نے خدمت کی ہے۔ اس پوری مدت میں میں نے حضرتؒ کو عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے پایا تھا" (زبدۃ الاسرار زبدۃ الآثار ص۲۹) مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ "نفحات الانس من حضرات القدس" میں لکھتے ہیں: "ہمارے حضرت عبدالقادر جیلانی کا شمار مشائخ عظام اولیائے کرام میں ہے۔ آپ کی بڑی عظیم کرامتیں اور بلند احوال ہیں" (نزہۃ الخاطر) شیخ محی الدین نووی "بستان العارفین" میں لکھتے ہیں کہ مستند ذرائع سے کرامات کا جو ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے اس میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ آپ مذہب شوافع اور حنابلہ دونوں کے شیخ تھے۔ اپنے وقت کے علامہ تھے۔ چوٹی کے لوگ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے ہیں اور صاحبِ سلسلہ مشائخ آپ کے فیض یافتہ ہیں" (الفتح المبین ص۱۳۳)

حضرت جیلانیؒ کی اولاد ہندوستان میں

آپؒ کی اولاد مصر، حماۃ، بغداد اور ہندوستان میں رشد و ہدایت کے خدمات انجام دے رہی ہے۔

یہ فقیر مؤلف ـــ سید مصطفےٰ رفاعی ـــ حضرت کی اولاد میں سے ہے۔ اس کے آباء و اجداد دو صدی پیشتر تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ انہوں نے تبلیغ و اصلاح کا حق ادا کر دیا اور کامیابی سے ہمکنار اپنے رب سے جا ملے۔ اب ان کی اولاد کی باری ہے۔ خدا ذو قدوس ان گذرے مبلغوں داعیوں پر بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی موجودہ باحیات اولاد کو تبلیغ اور دعوت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ حضرت جدی شیخ سید القادر جیلی بروز شنبہ بوقت شب ماہ ربیع الآخر ۱۲۵۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دوسری صبح جنازہ اٹھا، زائرین کندھا دینے والوں کی کثرت کی وجہ سے دریا تک صـــ بہ

رجعت الی ام عبیدة اخبرت خالی الشیخ احمد الرفاعی بذلك فقال یا ولدی ومن یطیق مثل قوة الشیخ عبد القادر وما هو علیه وما وصل الیه ۱؎

ماموں شیخ احمد رفاعی سے یہ کیفیت عرض کی فرمایا: اے عزیز! شیخ عبد القادر کی قوت کو کون سہار سکتا ہے اور ان کے مرتبہ و مقام تک کون پہنچ سکتا ہے۔

حضرت جیلانیؒ کی یاد فرمائی

گاہے گاہے از خود کسی مناسبت سے یاد فرماتے، ایک موقع پر ذکر خیر فرمایا:

ان الشیخ عبد القادر بحر الشریعة عن یمینه وبحر الحقیقة عن یساره من ایهما شاء اغترف

"بلاشبہ شیخ عبد القادر کے دائیں شریعت کا سمندر ہے اور بائیں حقیقت و معرفت کا سمندر ہے جس سے چاہتے ہیں دامن بھرتے ہیں"۔

ایک مجلس میں فرمایا:

اذا دخلتم بغداد فلا تقدموا علی زیارة الشیخ عبد القادر شیئا حیا او میتا من فعل فقد قدم شیئا علیه فقد اخذ له العهد ایما رجل من اصحاب الاحوال دخل بغداد فلم یزره سلب حاله ۲؎

"جب تم لوگ بغداد جاؤ تو زندہ کسی شخص کی زیارت اور مرحومین کی زیارت سے پیشتر شیخ عبد القادر کی زیارت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ جو صاحب حال بغداد جائے اور ان کی زیارت نہ کرے اس کا حال سلب کر لیا جائے گا"۔

حضرت رفاعیؒ اور حضرت جیلانیؒ کے تعلقات

جناب محمد علی قلندر رذیل کا واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے حضرت رفاعیؒ اور حضرت جیلانیؒ کے مابین تعلقات اور روابط کی نوعیت کے ساتھ ساتھ دونوں بزرگوں کے مرتبہ و مقام کا بھی پتہ چلتا ہے:

"ابو عبد اللہ محمد بن شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ حسنی موصلی کہتے تھے

(ص۔۔ کے حاشیے کا سلسلہ:) بات قبرستان پہنچ سکا رحمۃ اللہ علیہ و مرآۃ الزمان بحوالہ الفتح المبین ص۳۹ البدایہ والنہایہ ج۱۲ ص۲۵۳ لواقح الانوار جلد اول ص۱۳۵)

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ الفتح المبین ص۱۱۹ ۲؎ قرۃ الناظر الحکایۃ الثامنۃ والستون بحوالہ الفتح المبین ص۳۱۰ ۳؎ الدر المنتظم

کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ، میں ایک دن شیخ محی الدین عبدالقادرؒ جیلی قدس سرہٗ کے پاس حاضر تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ میں شیخ احمد رفاعیؒ کی زیارت کرتا، فوراً آپؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہارا دل شیخ احمد رفاعی کی زیارت کو چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں تھوڑی دیر آپ نے سر جھکایا، پھر مجھ سے فرمایا، کہ اے خضر! یہ شیخ احمد ہیں پھر دیکھتا ہوں تو میں اسی جانب تھا، میں نے دیکھا، ایک بزرگ بارعب بیٹھے ہیں۔ میں نے کھڑے ہو کر سلام کیا، آپ نے فرمایا، اے خضر! جو شخص عبدالقادر سا سیدالاولیاء دیکھ کر مجھ ایسے کے دیکھنے کی آرزو کرے، وہ کچھ نہیں، میں تو ان کی رعیت ہوں پھر آپ غائب ہوگئے۔ بعد وفات شیخ عبدالقادر کے میں بغداد سے ام عبیدہ شیخ احمد کی زیارت کو آیا۔ جب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؒ وہی تھے، جن کو میں نے شیخ عبدالقادر کے یہاں اس وقت دیکھا تھا، کوئی نئی پہچان کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے خضر! کیا پہلی ملاقات تجھے کافی نہ تھی!!

عہ

اللہ اکبر، اتنے بڑے مرتبہ اور عظمت کے مالک ہوتے ہوئے بھی آپ حضرت والا کے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ عظیم نعمتِ خداوندی (بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جس طرح میں تمام انبیاء کا سردار ہوں اس طرح یہ فرزند (سید احمد رفاعیؒ) بھی تمام اولیاء کا سردار ہوگا) کی عنایت ہوتے ہوئے کبھی اپنی صفات تواضع و انکساری نہ چھوڑی۔

عہ الدرر المنظم، جلد اول ص ۳۲

سلام میں پہل

بچوں سے سلام میں پہل

آپ کی عادت شریفہ ملنے والوں سے سلام میں پہل کی تھی، سامنا چاہے کم عمر سے ہو یا بچے ہی سے۔

حضرت رفاعیؒ اخلاق کے بہت اچھے تھے۔ آپ کا سینۂ مبارک ہر ایک کے لئے کشادہ اور نفس نہایت کریم تھا، اپنی جلالت شان، علو منزلت اور علامۂ وقت ہونے کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ بھی کھڑے ہوتے تھے اور اپنے سے عمر میں بڑے کی بڑی توقیر کرتے تھے اور بلا امتیاز ہر ایک ملنے والے سے سلام میں پہل فرماتے، علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

كان يبتدئ بالسلام من لقيه [1]

ملنے والوں سے سلام میں پہل فرماتے تھے۔

حیوانات پر سلامتی کی دعاء

علامہ شعرانی لکھتے ہیں:۔

حتى الانعام كان اذا رأى خنزيرا في طريق يقول: انعم صباحا فقيل له في ذلك فقال اعود نفسي الجميل [2]

”یہاں تک کہ اگر چوپائے کا سامنا ہوتا تو اس پر بھی سلامتی بھیجتے تھے۔

جب سور کو دیکھتے تو ”تمہیں اچھی صبح دکھائے“ فرماتے۔ کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں اپنے نفس کی عادت بناتا ہوں۔“

---

[1] [2] لواقح ص۱۱۳

سکوت وقلتِ کلام

کم گوئی

حضرت رفاعیؒ کی عادت ہمیشہ صرف ضرورت پر بولنے اور گفتگو فرمانے کی تھی۔ اکثر خاموش رہتے، کلام فرماتے تو "ذکر" ہوتا، خاموش ہوتے تو گہری سوچ میں ہوتے اور جس چیز پر نظر پڑتی عبرت لیتے، علامہ شعرانی لکھتے ہیں:-

كان لا يتكلم الا يسيرًا ۱؎ — بہت ہی کم گفتگو فرماتے۔

اپنے اس سکوت کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ:

اُمِرت بالسكوت ۲؎ — مجھے خاموش رہنے کا حکم ہوا ہے۔

احسان شناسی

جب کبھی آپؒ کو محسوس ہوتا کہ غیر ضروری، ضرورت سے زیادہ کلمہ زبان سے نکل گیا ہے تو نہایت افسوس فرماتے، اس سلسلہ کا علامہ شعرانی ایک واقعہ لکھتے ہیں:-

مرّ یوماً علی صبیان یتخاصمون فیما بینهم وقال لواحد منهم من انت فقال له والیتی تفضولك فصار یرددها ویقول اد بتنی یا ولدی جزاك الله خیرا ۳؎

— آپؒ کا گزر چند لڑکوں پر ہوا جو آپس میں لڑ رہے تھے، آپ نے معاملہ فیصل فرمایا۔ انہیں میں سے ایک لڑکے کو مخاطب بنا کر دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے دو ٹوک کہا کیا فضول باتیں کرتے ہو؟ آپؒ اس کے جواب کو بار بار دہراتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے میرے بچے! تو نے مجھے ادب سکھایا، اللہ تجھ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دن بدن آپؒ کے سکوت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، بہت کم بات چیت فرماتے، ہمیشہ خاموش رہتے تھے، دیکھنے والا اجنبی سمجھتا کہ شاید آپ گونگے ہیں۔ صرف درس اور وعظ اور ضرورت پر ضرورت بھر کلام فرماتے تھے۔

۱؎ لواقح ص۱۳۳ ۲؎ الفتح المبین ص۱۳ قرۃ الناظر ص۵۳ ۳؎ لواقح ص۱۳۳

زہد و قناعت

ضرب المثل زہد
حضرت رفاعیؒ کا زہد ضرب المثل تھا، تاہنوز ضرب المثل ہے قیامت تک انشاء اللہ ضرب المثل ہوگا۔ آپ زاہد حقیقی تھے، آپ کا زہد اختیاری تھا نہ کہ اضطراری، زہد میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ آپ کے کمال زہد میں مشکل ہی سے کوئی شریک و ثانی ملتا ہے۔

کثرت فتوحات پر بے چینی
فتوحات اور ہدایا کا دروازہ آپ پر پوری طرح کشادہ تھا، ہدایا آتے، بہت آتے، دور دور سے آتے، ہر وقت آتے تھے، لیکن کبھی ذخیرہ کرنے، کل کے لئے اٹھا رکھنے کا بھولے سے بھی ارادہ نہیں فرمایا۔

فتوحات پر آپ کی طبیعت مضطرب ہو جاتی، جب تک آیا ہوا ختم نہ ہو جاتا، حاجت مندوں مسکینوں ضعیفوں، مشائخ فقراء اور مہمانوں پر تقسیم نہ ہو جاتا، کسی پہلو مطمئن نہ ہوتے، گویا فتوحات کانٹے ہیں جو چبھ رہے ہیں۔

جناب سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

"سید رفاعیؒ سے متعلق بھی لوگوں نے لکھا ہے کہ نذر و فتوحات وغیرہ سے جو آمدنی بھی ہوتی تھی سب غرباء کو کھلا پلا دیا کرتے تھے۔" عـلـہ

قناعت کا ثمرہ
حرص و طمع کی وجہ سے انسان مال کی کثرت، جاہ کی زیادتی کی چاہ، اور طلب میں سرگرداں ہوتا ہے، حرص و طمع ہی سے بخل و امساک کی عادت ہوتی ہے۔ حرص و طمع ختم ہو جائے یا کم از کم نہایت درجہ مغلوب ہو جائے تو پھر مال و جاہ کی طلب سے انسان بالاتر ہو جاتا ہے، پھر مخلوق خدا پر خرچ کرنا، تعمیری کاموں میں اپنی پونجی لگانا اس کے لئے آسان اور مرغوب ہو جاتا ہے۔

حضرت رفاعیؒ حرص و طمع سے مبرا تھے، اسی لئے لازماً بخل و امساک نہایت بعید

عـلـہ مقالات احسانی۔ حاشیہ ص ۱۹۳

تھے۔ طمع و حرص کے بجائے قناعت کی دولت سے آپؒ مالا مال تھے۔ حضرتؒ میں قناعت کس درجہ تھی، علامہ یافعیؒ لکھتے ہیں:

كان اليه المنتهى في القناعة [1] — "قناعت کی صفت آپؒ پر تمام ہو گئی۔"

تکلفات سے توحش

قناعت کی اسی صفت ہی کی وجہ سے آپ میں تکلف و تنعم، تعیش و تجمل برائے نام بھی نہیں تھا۔ جناب ظفر احمد صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

"دنیا کے تکلفات اور سامانِ تعیش سے متنفر تھے، طبیعت میں شرم و حیا بہت غالب تھی۔" [2]

لباس

جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں:

كان لا يجمع بين قميصين لا في شتاء ولا في صيف [3] — "موسم گرما ہو یا موسم سرما، دو کپڑوں سے زیادہ آپؒ کے پاس کوئی کپڑا نہ ہوتا۔"

جناب سید عزالدین احمد لکھتے ہیں:

ولا يلبس الثوب الرقيق ويقول امر الله تعالى ائمة الهدى ان لا يتكلفوا في لباسهم وكان يقول من رق ثوبه رق ايمانه وكان يغسل ثوبه بالاشنان والصابون [4]

"آپؒ پتلا باریک کپڑا کبھی زیب تن نہیں فرماتے۔ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ مسلمین کو حکم فرما رکھا ہے کہ "وہ لباس میں تکلف اختیار نہ کریں"۔ کبھی ارشاد فرماتے "جس کا لباس پتلا ہے اس کا ایمان بھی پتلا ہے"۔ آپؒ اپنے کپڑے اشنان اور صابون سے دھوتے تھے۔"

غذا

صاحب المجموعۃ الصغریٰ لکھتے ہیں:

لا يأكل الا بعد يومين او ثلاثة اكلة [5] — "وہ تین دن بعد چند لقمے نوش فرماتے تھے۔"

---

[1] مرآۃ الجنان جلد سوم ص۲۳۳، [2] البیان المشید ص۹، [3] البعث الاسلامی ص۹۵، [4] المعارف المدینہ ص۳۵، [5] المجموعۃ الصغریٰ ص۳۔

صاحب المعارف المحمدیہ لکھتے ہیں:

وکان اذا اتی لہ بتمر او رطب یتناول الودی منہ ویقول انا احق بہ فانہ شبیھی [1]

"اگر آپؒ کے پاس کھجور آتے تو آپؒ اس میں سے ردی نوش فرماتے اور کہتے کہ اس کا میں ہی مستحق ہوں اس لئے کہ یہ میرا مشابہ ہے":

توکل کی حقیقت

جناب محمد علی قلندر لکھتے ہیں کہ ایک وقت کی غذا بھی اگر گھر میں ہوتی تو آپؒ بے اطمینانی محسوس فرماتے۔ اس درمیان اگر کوئی دعا کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ فی الحال دعا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

"ایک شخص نے آپؒ سے عرض کیا، کہ میرے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے کہا میرے پاس ایک دن کے کھانے کا ہے اور جس کے پاس اتنا ہو اس کی دعا نہیں سنی جاتی۔ جب یہ ختم ہو جائے تو دعا کروں گا"۔ [2]

آپؒ کے زہد کا اعتراف

مؤلفین اہل قلم نے آپؒ کے زہد کا ذکر اعتراف کیا ہے۔ جہاں حضرت کو یاد کیا ہے اسی صفت وصف کے ساتھ، یہ صفت اور آپؒ لازم و ملزوم کی حیثیت میں ہیں۔ علامہ ابن سبکی آپؒ کا ذکر

الشیخ الزاھد الکبیر [3]

"شیخ زاہد کبیر"

سے کرتے ہیں۔

جناب سید ظہیر الدین قادری آپ کا تذکرہ کرتے ہیں:

الولی الشہیر احمد بن الرفاعی بین الانام ھو احد الاقطاب الکاملین والمشائخ الزاھدین [4]

"مخلوق میں مشہور ولی احمد بن رفاعیؒ قطب کامل شیخ زاہد ہیں"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کان ناسکا زاھدا [5]

"آپؒ عابد تھے اور زاہد تھے"

آپؒ کے زہد کو خداوند قدوس نے ایسا قبول فرمایا کہ لکھنے والا چاہے وہ غیر مسلم ہی ہو،

۱؎ المعارف المحمدیہ ص۳۶ ۲؎ الدار المنظم جلد اول ص۲۰۱ ۳؎ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد ۴ ص۴۰
۴؎ الفتح المبین ص۱۲۸، ص۱۳۳ ۔ ۵؎ الفتح المبین ص۱۲۹ ص۱۳۰

آپ کے اس وصف عالی کو بالضرور اجاگر کرتا ہے۔ جیسی مؤلف یوسف الیان سرکیس اپنے معجم میں لکھتا ہے۔

الامام الزاھد ۔۔۔۔ عہ — "امام زاہد حضرت رفاعیؒ ۔۔۔۔"

آپ کی زندگی امتِ مسلمہ کیلئے نمونہ

حضرت رفاعیؒ کی پوری زندگی بلاشبہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ حضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ تنعم تعیش تکلف کو آپ نے چھو کر بھی نہ دیا۔ قناعت، صبر و شکر کے دامن کو مضبوطی سے تھام کر اپنی ساری پونجی حاجت مندوں کے مصرف میں لگا دی۔ اس طرح آخرت کی تیاری فرما گئے۔ دنیا کسی درجہ میں بھی آپ کو اپنی جانب متوجہ نہ کر سکی۔ دنیا میں رہے مگر چہ

خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

کے مصداق آخرت والے بن کر رہے۔ جس دین و شریعت کے وہ ماننے والے تھے، اس کا مطالبہ اور مسلک بھی یہی تھا۔

ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للاخرۃ — "کل کائنات تمہارے لئے بنائی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔"

عہ معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ۔ جلد نمبر ۹۳۳

بحیثیت

حق بین و حق گو

مجلس کا رنگ حدیث قدسی میں ارشادِ خداوندی ہے:

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی اکون سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ	"بندہ کثرتِ نوافل کے ذریعہ برابر میرا تقرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ اور کان بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا اور سنتا ہے ....
....	....
.... ولسانہ الذی یتکلم بہ .	.... اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات چیت اور گفتگو کرتا ہے۔"

حضرت والا کے یہاں نوافل و مستحبات اور سنتِ عادیہ غیر مؤکدہ کا بڑا اہتمام، نہ صرف یہ کہ پایا جاتا تھا، دوسروں کو بھی بڑی شد و مد کے ساتھ ان کے اہتمام کی تاکید ہوتی تھی۔ ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ تمام افعال میں جو آپ نے کئے ہیں اور جن سے آپ رُکے ہیں، اسی طرح آپ کی وضع، کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے بولنے میں بھی آپ کا اتباع کیا جائے تاکہ اتباع کامل نصیب ہو جائے...
.... خبردار! یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضورؐ کی عادت سے متعلق ہیں، عبادت کے متعلق نہیں، اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کر دے گا۔" ؏۱

لہٰذا آپ اس حدیثِ قدسی کے مصداق تھے۔ ملفوظاتِ گرامی، مواعظِ مبارکہ کے مطالعہ سے "گفتۂ او گفتۂ اللہ بود" کی شان بالکل عیاں، مضامین کا منجانب اللہ القاء ہونا صاف معلوم ہوتا ہے۔

حضرت والا کا کلام جامع اور واضح ہوتا تھا، ہر شخص بات سمجھتا اور اپنے دل میں جگہ دیتا

؏۱ البیان المشید ص ۱۱۳

تھا۔ آپؒ کی مجالس میں خاص بات یہ ہوتی کہ تکلف و تصنع برائے نام نہ ہوتا تھا بلکہ بے تکلفی اور دوستانہ ماحول، آزادانہ فضا میں نہایت سادگی کے ساتھ گفتگو، بات چیت ہوتی، ہر شخص بلا جھجکے، بے خوف جو چاہے پوچھ لیتا، حضرتؒ والا خندہ پیشانی، فراخدلی سے جواب مرحمت فرماتے۔ حضرتِ والا کا یہ ملفوظ خود صاحبِ ملفوظ کا حال تھا کہ:۔

"خدا کی قسم، آدمی کا اپنے نفس کی نفسانیت اور اپنی شوکت و عزت سے الگ ہو کر نصیحت کرنا" دبا دینے والی زوردار حالت "سے زیادہ دلوں پر اثر کرتا ہے، کیونکہ دبا دینے والی زوردار حالت چاہے کیسی ہی زبردست ہو، مخاطب کے دل میں اس کی وجہ سے کچھ خلش رہ جاتی ہے، اور عاجزی کی حالت میں جو نصیحت ہو، وہ کسی چیز کو نہیں چھوڑتی، وہ نفس کے اندر پہنچتی ہے اور وہاں ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے"۔ عہ

حضرتِ والا گاہے اپنے زمانے اور زمانے والوں پر تبصرہ بھی فرماتے، ماحول کا جائزہ اور معاصرین کا تذکرہ فرماتے اور سامعین کو متنبہ فرماتے۔ مگر اسلوب ناقدانہ ہرگز نہ ہوتا بلکہ ناصحانہ انداز ہوتا، افہام و تفہیم کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا، صراحتہً علانیہ کسی کی نشاندہی نہ فرماتے، حضرت والا کا اس سلسلے میں مذاق آپؒ ہی کے ایک ملفوظِ گرامی سے معلوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

"جب تم لوگوں کے سامنے وعظ کہو تو کسی کا نام صاف صاف کبھی نہ بولو بلکہ اشارے سے کام لو، کیونکہ اس میں سنتِ نبویہ کا رنگ اور مشکِ بوئے رسالت کی مہک ہے اور خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اسی سے قلوب کی اصلاح فرماتے ہیں"۔ عہ

زمانہ کی چال

حضرتِ والا کا زمانہ شر انگیزی، فتنہ پروری کا تھا۔ عقائد میں بگاڑ پیدا ہو رہا تھا اعمالِ ظاہرہ کی اہمیت گھٹ رہی تھی، جس کا لازمی نتیجہ حدود سے تجاوز، فرقِ مراتب کو نظر انداز کرنا تھا اور احکامِ شرعیہ سے بے توجہی، ارکانِ اسلام سے بے رخی، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ عالیہ سے بے التفاتی، علماء اور فقہاء کی بے حرمتی، عوام کا ان سے روگردانی تھا چنانچہ اس وقت یہی سب کچھ ہو رہا تھا۔ اعمالِ ظاہرہ کی وقعت تقریباً دلوں سے نکل چکی تھی

عہ عہ البیان المشید عہ ۱۵۵ اور عہ ۱۵۶

کھلے عام علمائے کرام کی اہانت ہو رہی تھی۔ جیوں کہ شر انگیزیاں، فتنہ سامانیاں نام نہاد صوفیوں کی طرف سے ہو رہی تھیں۔ اس لئے بطور ردِ عمل علما بھی صوفیا سے پوری طرح خفا اور تصوف و طرقِ تصوف سے بدظن ہو گئے تھے۔ چہار سو ماحول میں گرمی تھی۔ عجب و پندار، خود پسندی و ثنا خوانی، زعم و دعاوی، انانیت و میں تیناز درون پر تھا۔ عجز و انکساری و فروتنی مفقود ہو رہی تھی۔ مشائخ حقہ کی مجالس میں بھی ظاہری اعمال کی تائید، اخلاق و صفائی معاملات کی تاکید، شرعی حدود کی نگہداشت کی ترغیب کے بجائے اسرار و معارف، احوال و مواجید رموز و کیفیات کا عنصر و حصہ زیادہ اور غالب ہوتا تھا۔

حضرت والا خود اپنے زمانہ کا حال بیان فرماتے ہیں:

"آج کل زیادہ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ صدق سے خالی اور خلوص سے کورے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ اللہ والوں سے دنیا خالی ہے، نہیں، بعض مخلص اور سچے ہیں اور ہر زمانے میں ہوتے رہیں گے۔ مگر اکثر کی حالت کو دیکھو تو ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں جہالت عام ہے، بیہودگی پھیل ہوئی ہے، جھوٹے دعوے شائع ہوتے رہتے ہیں، من گھڑت روایتیں بیان کی جاتی ہیں، ہم کیا کریں، کس پر غصہ کریں۔ آج کل اکثر صوفیا نے بھی یہی مسلک اختیار کر رکھا ہے"۔ عہ

زمانے کا تریاق

حضرت والا نے اس ماحول کا بھرپور جائزہ لے کر بلکہ حالات کا مشاہدہ کر کے شریعت مطہرہ کی تعظیم، علما و فقہاء کی توقیر، اخلاق و عمدہ عادات کی اہمیت، فرقِ مراتب، حفظ حدود، پابندی قیود کی ضرورت، زہد و قناعت کی فضیلت، دنیا اور دنیاوی جاہ و جلال، عزت و شہرت کی مذمت، عجز و درماندگی اور فروتنی کی توصیف، کبر و غرور، عجب و خود پسندی کی تحقیر و تذلیل، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی حیاتِ جاودانی کے مضامین اور موضوعات سے اپنی مجالس اور نشستوں کو آراستہ فرمایا اور انہیں مضامین کو مختلف پیرائے بیان، مختلف اسالیب اور مختلف عنوانات سے بار بار ارشاد فرماتے رہتے تھے۔

ذیل میں آپ کے ملفوظات گرامی کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے ہر

عہ البیان المشید ص [illegible]

شخص کو حضرتِ والا کی مجلسوں اور نشستوں کا مذاق اور رنگ معلوم ہو جائے گا۔

توحید کی حقیقت

ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

"ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کی جو توحید کے متعلق بیان کی گئی ہیں اپنے اس ارشاد میں جمع کر دیا ہے، کہ جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہو اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ شخص "مشبّہ"[1] ہے اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہو گیا تو یہ "معطّل"[2] ہے۔ اور اگر ایک ایسے موجود پر دل کو قرار ہوا جس کے پہچاننے سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا تو یہ "موحّد"[3] ہے۔

بزرگو! اللہ تعالیٰ کو "محدثات"[4] کے عیوب اور مخلوقات جیسی صفات سے منزہ اور پاک سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں "استوا" کی تفسیر "قرار پکڑنے" کے ساتھ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی مخلوق پر قرار پکڑے۔

عہ[1] "مشبّہ" وہ فرقہ ہے جو اللہ کے لئے مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ پیر ہیں، ہمارے ہی طرح سنتا دیکھتا اور جانتا ہے۔

عہ[2] "معطّل" وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے اور نہ ان صفات کو ثابت کرتا ہے جو خالق کے لائق ہیں۔ بلکہ جن صفاتِ کمالیہ کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے، ان کی تفسیر بھی نفی سے کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاجز نہیں ہے، علیم کا مطلب یہ ہے کہ جاہل نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ میں علم اور قدرت کی صفت موجود ہے۔

عہ[3] "موحّد" وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو موجود مانتا اور اس کے لئے صفاتِ کمال کو ثابت کرتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت نہ بیان کی جا سکتی ہے نہ سمجھی جا سکتی ہے۔ صرف دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے صانعِ عالم کا وجود اور وحدت اور صفاتِ کمال کا قائل ہوا جا سکتا ہے۔

(البیان المشید۔ حاشیہ ص۱۹)

عہ[4] "محدث" وہ ہے جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہوا ہو۔ "قدیم" وہ ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم نہیں، سب محدث ہیں۔

اس قسم کی باتوں سے اپنے عقائد کو پاک اور محفوظ رکھو کہ معاذ اللہ وہ عرش پر اس طرح قرار پکڑے ہوئے ہے، جیسا بعض اجسام دوسرے اجسام پر قرار پکڑتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا عرش میں حلول کرنا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے، خبردار اللہ تعالیٰ کے لئے فوقیت و سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ آنکھ انسانی اعضاء کی طرح اور آمد و رفت کے طریقہ پر نزول کا قائل نہ ہونا، کیونکہ کتاب و سنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں، جن سے بظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اسی کتاب و سنت میں اسی جنس دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول و فوق، مکان، ید و عین سے پاک ہونا بتلاتی ہیں، پس اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ اور رسولؐ کے حوالے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو کیفیت اور مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایان ایسے ہی راستے پر چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفت بیان فرمائی ہے، ہمارا کام اس کو پڑھ لینا ہے اور خاموش رہنا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو اس کی تفسیر کا حق نہیں ہے۔

بزرگو! اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈو، باریک باتیں نکالنے اور زبان چلانے سے خدا نہ ملے گا، وہ تو گردن سے بھی زیادہ تمہارے نزدیک ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، دین اخلاص کا نام ہے، جب تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبّہ و کیفیت و تحتیت و فوقیت، قرب و بُعد کے خطرات سے بالکل پاک ہو اور اس کے بعض خالص نیت کے ثمرات حاصل کرو، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس نے اس کی نیت کی۔[1]

---

[1] البیان المشید ص۵، ص۱۴، ص۱۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ارشاد فرمایا:

بزرگو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت بڑا سمجھو آپ ہی واسطہ ہیں مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتلایا، آپ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے رسول ہیں، مخلوق الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔

بزرگو! خوب جان لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، وفات بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی اور قیامت تک باقی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہو۔ تمام مخلوق قیامت تک آپ ہی کی شریعت کی مکلف ہے، جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کردیا، آپ کا معجزہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ یعنے قرآن شریف۔

بزرگو! جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کا رد کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور کتاب اللہ پر بھی اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ [1]

صحابۂ کرامؓ کے مراتب کا بیان اور اُن کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت

صحابہؓ میں سب سے افضل سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہؓ سب کے سب ہدایت پر ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے اصحابؓ ستاروں کے مثل ہیں، تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ صحابہؓ کے درمیان جو اختلافات و نزاعات ہوئے ہیں ان کے تذکرے سے زبان روک لینا واجب ہے اور بجائے اس کے ان کے محاسن و کمالات اور خوبیاں بیان کرنا چاہیئں، ان سے محبت رکھنا اور ان کی تعریف کرنا چاہیئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ صحابہؓ سے محبت رکھو ان کے ذکر و تذکرے سے برکت

---

[1] البنیان المشید ص ۲۰۱۹

حاصل کرو۔ اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔[1]

محبتِ اہلِ بیتؓ کی تاکید

ارشاد فرمایا :۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ
میرے اہلِ بیت کی بابت اللہ سے ڈرو۔ اور اُن کے حقوق کو ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں، اس کو اہلِ بیتؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا، ان کی عظمت کرتا، مدد کرتا اور ان کی شانِ رفیع کا اہتمام کرتا اور ان کی عزت کی حفاظت، ان کے حقوق کی رعایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حق ان کے بارے میں اُمت کو بتائے، اس کی پوری نگہداشت کرتا ہے۔[2]

رعایتِ حدود کی تاکید

ارشاد فرمایا :
بزرگو ! حدود و مراتب کا لحاظ رکھو، غلو سے بچو، یعنی کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ ہر شخص کو اس کے رتبہ پر رکھو، نوعِ انسانی میں سب سے بزرگ تو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل و اشرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضورؐ کے بعد تمام مخلوق سے افضل و اشرف آپؐ کی آلؓ و اصحابؓ ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعینؒ ہیں جو خیر القرون میں تھے، یہ تو مراتب کا اجمالی بیان تھا۔ اور تفصیل و تعیین کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کے لئے شریعت کی اتباع کرو، خبردار! اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی رائے ہی سے برباد ہوئے ہیں، اس دنیا میں کسی کی ذاتی رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا، اپنی رائے سے مباحات میں فیصلہ کرو، فضائل میں رائے کو دخل نہ دو اور اگر کسی معاملہ میں باہم نزاع ہونے لگے تو اللہ اور رسولؐ کے فیصلے کی طرف رجوع کرو۔
اولیاءؒ کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے بچو، گو اللہ تعالیٰ نے

---

[1] البنیان المشید ص۲۰ [2] البنیان المشید ص۲۱

بعض اولیاءؒ کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں، مگر اس کی معرفت بجز خدا اور اس کے برگزیدہ رسولؐ کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعوے چھوڑ کر اس جماعتِ اولیاءؒ کی تائید کرو، بزرگوں کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک دوسرے کو افضل بتلاؤ۔[1]

دائمی سعادت کی کنجی کامل اتباع ہے

میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے تمام افعال میں جو آپؐ نے کئے ہیں اور جن سے آپؐ رکے ہیں۔ اسی طرح آپؐ کی وضع، کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے بولنے میں بھی آپ کا اتباع کیا جائے تاکہ اتباع کامل ہو۔

ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا کیوں کہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کیسے کھایا تھا، اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس خلاف سنت حرکت کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کی۔

خبردار! یہ مت کہنا کہ یہ باتیں حضورؐ کی عادت سے ہیں، عبادت کے متعلق نہیں، اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو، کیوں کہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کر دے گا۔ باقی عبادات میں تو حضورؐ کا اتباع نہ کرنے کے لئے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہو سکتا سوا اس کے کہ اس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو یا پورا احمق ہو، اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔[2]

ارکانِ اسلام کی پابندی کی تاکید

ارشاد فرمایا: اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی دل و زبان سے گواہی دینا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا رمضان کے روزے رکھنا۔

---

[1] البنیان صـ ۲۳۱ [2] البنیان صـ ۲۱۳

فرمایا "راستہ کھلا ہوا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دل سے ماننا سب ارکان سے مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے تعلق اور حالت کا مقتضا یہ ہے کہ حرام کاموں سے بچنا رہے۔ بس یہی راستہ ہے۔" [1]

بندگی کی حقیقت

فرمایا: "بندگی پوری یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے" دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اُن سے بچے۔ اور دونوں میں عاجزی و انکسار اختیار کرے، احکام کی تعمیل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے، احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے، بدون اعمال کے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے۔ بے باکی کے ساتھ خوف کا دعویٰ کرنا فضیحت اور رسوائی کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو، اللہ تعالیٰ کے راستے میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو، جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے، وہ پہلے ہی قدم میں کھو جاتا ہے۔" [2]

آدابِ ظاہری کی تاکید

فرمایا: "صوفیہ باطنی آداب کے ساتھ ظاہری آداب کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں، ان کا قول ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ آداب ظاہری کی عمدگی آداب باطنی کی علامت ہے۔ نیز اُن کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اس پر باطنی آداب کے بارے میں اطمینان و اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اقوال و افعال احوال و اخلاق کے آداب سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر ہیں۔ تمام اقوال و افعال، احوال و اخلاق کا ادب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال وغیرہ سے ملتے جلتے ہوں، صوفی کے ظاہری آداب ہی سے اس کے مقام کا پتہ لگتا ہے، تم اس کے اقوال و افعال، احوال و اخلاق کو شریعت کی ترازو میں وزن کرو، اس وقت تم کو اس کے وزن کا بھاری یا

---

[1] البنیان ص۱۸٬۱۷ [2] البنیان ص ۱۹

ہلکا ہو جانا معلوم ہو جائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن تھا یعنے آپ کے اخلاق اور عادات قرآن کے مطابق تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم نے اس کتاب میں کسی بات کو نہیں چھوڑا" پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ معلوم کرنا چاہے، وہ قرآن کا مطالعہ کرے اور اس کے موافق عمل کرنا شروع کرے جو شخص آداب ظاہری کا التزام اور اس کی پابندی کرتا ہے، وہ صوفیہ کی جماعت میں داخل ہے اس ہی میں ان کا شمار ہوگا اور جو آداب ظاہری کا پابند نہیں، وہ صوفیہ سے الگ اور اجنبی ہے، اس کی حالت اس جماعت پر مخفی نہیں رہ سکتی، کیوں کہ ہمجنس ہونے کی علامت اور دلیل یہی ہے کہ اپنے ہمجنس کا طریقہ اختیار کرے، بلکہ اس جماعت میں شامل ہونے کی شرط ہی یہی ہے[1]

حُسنِ خلق تمام اعمال نافلہ سے افضل ہے

فرمایا: لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ کیوں کہ حسن خلق تمام اعمال نافلہ سے افضل ہے، مثل مشہور ہے:

اذا السم تسع الناس بمالك — "اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے

فسع الناس بخلقك — سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ"

نیز کہا جاتا ہے:

احسن الحسن الخلق الحسن۔ — "سب سے بہتر حسن اچھے اخلاق ہیں"

اچھے اخلاق والا اپنے بستر پر پڑا ہی پڑا روزہ دار تہجد گزار کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کیوں کہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے جب لوگوں سے ملنے کے وقت تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تجھ کو کیا نفع، کیوں کہ تم اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے۔

اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے اور ان کی عبادت سے مستغنی ہے، جب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کے دروازے پر جھک کے اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی سلطنت کے سامنے عاجزی کر، اس کی ہیبت

---

[1] البنیان صـ ۲۴

سے کانپ کر اس کے حقوقِ واجب کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف و اقرار کر کے اپنے نفس و عمل وغیرہ پر نظر کرنے سے الگ ہو کر اس کی عزت و جلال کے دروازے کو اپنی ذلت و خواری کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے عبادت کر، مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو ان سے افضل جاننے کا خیال دل سے نکال دے۔ اس وقت تیرے لئے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو عبادت کے قبول ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ ؎

فخر کی مذمت

فرمایا:

عزیزِ من! تم اپنے باپ پر فخر کرتے ہو، گو وہ بڑا عالم یا درویش تھا سو آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ نبی کی اکثر اولاد اسی طرح بہت سے انبیاء و مرسلین کی اولاد کافر ہو گئی، ان کے لئے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعثِ فخر نہ ہوا، اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو بھی لائق ہو، ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو۔ تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے، سو ابلیس نے علم کی ہر گھتی کو سلجھایا اور دنیا کے تمام صحیفوں اور کتابوں کو پڑھا اور حل کر لیا، مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا، تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے، سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا، تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے، مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی، عزیزِ من! پس ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے، اور ذلت و عاجزی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر، ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے، موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ یونس علیہ السلام نے جب یہ التجا کی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ الخ آپ کے سوائے کوئی معبود نہیں، آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں، میں ہی خطاوار تھا، کیا تو ان کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیرِ الٰہی کے حوالے کر دیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے، نبی ایسے ہی ہوتے ہیں، رسولوں کا یہی طریقہ ہے، صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے، یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں، تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔

؎ البنیان ص ۱۱۶ ر ۱۱۷

پس جو انبیاء و مرسلین اور صدیقین و صالحین کے طریقہ پر چلے گا، وہ کبھی ناکام نہ ہوگا [1]

ترکِ اسباب کی ضرورت نہیں ہے

فرمایا: میں یہ نہیں کہتا، کہ تم تجارت وصنعت و حرفت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور ارتکاب حرام سے بچتے رہو، میں یہ نہیں کہتا، کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑوں کو نہ پہنو، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خبردار بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہو نا کہ خدا کو بھول جاؤ، کپڑے قیمتی پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ، نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی ذہنیت سے تمہارے دلوں میں عُجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی، میں تو یہ کہتا ہوں اپنا لباس صاف ستھرا رکھو کہ یہ زینت مطلوب ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق

"کہہ دیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور کس نے پاکیزہ روزیوں کو حرام کیا"

مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک وصاف رکھو کیوں کہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، ہمارے سردار نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ایسا ہی یا اس کے قریب قریب فرمایا ہے [2]

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا۔

علم فقہ سیکھنے کی تاکید اور علمِ ضروری کی تحقیق

فرمایا: مشائخِ طریقت تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ یعنی علمِ فقہ عطا فرماتے ہیں۔

---

[1] البیان ص۱۰۵ [2] البیان ص۱۰۶

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں، تو اس کو عالم بنا دیتے ہیں" ولی دین کے فقہ سے جاہل نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھنا چاہیئے، روزہ کس طرح رکھنا چاہیئے، زکوٰۃ کس طرح دینا چاہیئے، حج کس طرح کرنا چاہیئے، وہ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ پختہ کر لیتا ہے ایسا شخص اگر اَن پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے، کیوں کہ علم کتابیں پڑھنے پر موقوف نہیں، بلکہ علماء سے پوچھ پوچھ کر بھی حاصل ہو سکتا ہے، ایسے شخص کو جاہل وہی کہے گا جو علم مطلوب سے جاہل ہو، جیسا بہت لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ عالم وہ ہے جو درسیات پڑھ چکا ہو، حالاں کہ علم بدیع اور علم بیان اور علم ادب جس کا شعراء کو اہتمام ہوتا ہے اور منطق و مناظرہ کا نام علم نہیں ہے بلکہ مختصر علم تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن سے منع فرمایا ہے اُن کو جان لے اور پورا جامع علم یہ ہے کہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ حاصل کرے، رہ گئے وہ فنون جو الفاظ کے متعلق ہیں جیسے نحو و صرف ادب و بلاغت، معانی و بیان وغیرہ اور وہ قواعد جو نظر و فکر سے متعلق بعض لوگوں نے بنائے اور ان کا نام بھی علم رکھ دیا ہے جیسے منطق و مناظرہ تو یہ علوم اس قول کے تحت میں داخل ہیں کہ "بعض چیزوں کو جان لینا اچھا ہے اُن سے ناواقف نہیں رہنا چاہیئے" یہ علوم مقصود نہیں اگر کوئی جان لے اچھا ہے ورنہ کچھ ضرورت نہیں[1]

شریعت کا وجود طریقت سے اور طریقت کا وجود شریعت سے الگ نہیں ہو سکتا

فرمایا: تم ایسا مت کہو جیسا بعض جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہلِ باطن ہیں اور وہ اہلِ ظاہر ہیں یہ بات غلط ہے، کیوں کہ یہ دین ظاہر و باطن دونوں کا جامع ہے، اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف ہے یعنے اس کا محافظ ہے اگر ظاہر نہ ہو تو باطن کہاں ہو سکتا، بلکہ اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہو سکتا تھا کیوں کہ دل جسم کے بغیر موجود نہیں ہو سکتا، بلکہ اگر جسم نہ ہوتا

[1] التبیان صـ۹

دل خراب ہو جائے گا اور دل بدن کا نور ہے اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مردہ اور تاریک ہوگا اس لئے ظاہر باطن کا محتاج ہے اور باطن ظاہر کا۔ یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور پہلے علم یعنے علم ظاہر کی حقیقت عمل بالارکان وتصدیق بالجنان ہے، یعنے بدن سے ارکان اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید و رسالت، فرائض وعقائد کی تصدیق کرنا۔ اب بتلاؤ اگر تمہارا دل حسن نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہو گیا، مگر اس کے ساتھ تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، سخت سست باتیں بھی کیں تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا، اور اسی طرح اگر تم نے اللہ کی عبادت کی، عفت بھی اختیار کی، مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کئے بلکہ مخلوق کو دکھلانے اور بزرگ بننے کیلئے کئے ہیں تو اس عمل سے کیا نفع غرض نہ ظاہر بدون اصلاح باطن کے مفید نہ باطن بدون اصلاح ظاہر کے جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا برتن اور محافظ ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے، کسی کو بھی دوسرے سے استغنا نہیں تو اب تم یوں کہو گے کہ ہم ظاہر شریعت پر چلنے والے ہیں تو باطن اور حقیقت کو بھی تم نے ساتھ ساتھ ذکر کر دیا کیوں کہ صوفیہ کی وہ باطنی حالت کونسی ہے، جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا پس ظاہر و باطن میں جدائی وتفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے، علماء وفقہا کے حقوق سے بے پروائی نہ برتو کہ یہ جہل اور حماقت ہے[1]

علمائے باعمل ہی حقیقت میں اولیاء ہیں

فرمایا: بزرگو! جس طرح تم اولیاء و عارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح علماء وفقہا کے درجہ کی تعظیم کرو کیوں کہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہے، یہ حضرات احکام بتلاتے ہیں اور ان احکام ہی کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل

---

[1] البنیان ص ۹۴

نصیب ہوتا ہے کیوں کہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریق پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اسی کے منہ پر ماری جائے گی اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا، حق تعالیٰ قیامت کے دن اس عبادت کو کسی وزن میں بھی شریک نہیں کریں گے، جس شخص کو احکام دین کی سمجھ حاصل ہو، اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار، علماء کے حقوق ضائع نہ کرنا تم کو ان سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے اور ان میں سے جو متقی اور عالم باعمل ہیں کہ اللہ نے جو علم ان کو دیا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اولیاء حقیقت میں وہی ہیں ان کی حرمت وعزت کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنا چاہیئے۔ [1]

علماء کو نصیحت کہ حلاوتِ علم کے ساتھ تلخیٔ عمل بھی چاہیئے

فرمایا: اے علماء تم کبھی ایسا نہ کرو کہ علم کی حلاوت تو لے لو اور عمل کی تلخی اور مشقت کو چھوڑ بیٹھو کیوں کہ یہ حلاوت بدون اس تلخی کے نافع نہیں ہے اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ ہمیشہ کی حلاوت ہے یعنے جنت کی راحت جو کبھی ختم ہونے والی نہیں، انا لا نضیع اجر من احسن عملا نص قرآنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا ثواب ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھی طرح عمل کیا اور اچھی طرح عمل کرنا یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔ یہ آیت تم کو بتلاتی ہے کہ اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا جب کہ ان میں اخلاص ہو اور اخلاص یہ ہے کہ عمل خالص اللہ کے لئے ہو نہ دنیا کے لئے ہو نہ آخرت کے لئے، اور اس کے ساتھ ہر حالت میں ہر عمل میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن بھی ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عمل میں کوشش کرو اور اللہ سے امید رکھو، کہ جب وہ راضی ہوں گے تو تم کو بھی پوری طرح راضی کر دیں گے، اب بتلاؤ کہ عمل اور اخلاص کی ضرورت ہے یا نہیں، یقیناً ضرورت ہے جس کا انکار کوئی عالم نہیں کر سکتا، پھر تم صوفیہ سے الگ کیوں کر ہو سکتے ہو اور اس کے طریقہ کو شریعت سے جدا کس لئے سمجھتے ہو، وہ بھی تو صرف یہی کہتے ہیں کہ عمل میں کوشش کرنا اور اخلاص

---

[1] البنیان ص ۹۳

کامل حاصل کرنا ضروری ہے، جس قدر ریاضات ومجاہدات، اذکار واشغال صوفیہ کرتے ہیں سب سے عمل کی تکمیل اور اخلاص کی تحصیل ہی تو مقصود ہے اور کچھ نہیں اس لئے نہ علماء صوفیہ سے الگ ہو سکتے ہیں، نہ صوفیہ علماء سے ۔[۱]

وقت اور قلب کی حفاظت

فرمایا :-
اپنے قلوب اوقات کی نگہداشت کرو، کیوں کہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب، اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا اور دل کی جمعیت کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے اور وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے اور اللہ کی یاد اور عبادت اور اطاعت سے کسی وقت خالی ہو جائے، خوب سمجھ لو کہ گناہ دل کو سیاہ اور اندھا کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں ۔[۲]

بندہ سے اللہ کی محبت کی علامت

فرمایا :
اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت وشفقت پیدا کر دیتے ہیں، اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے ہیں اور اس کے نفس میں بلند ہمتی اور چشم پوشی پیدا کر دیتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے ۔[۳]

خدائے تعالیٰ کے راستے کی مثال

فرمایا :-
بزرگو! اللہ تک پہنچنے کا راستہ ایسا ہی ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے کہ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے، نشیب بھی سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے اور ٹیڑھا بھی، نرم زمین بھی ہوتی ہے اور پہاڑی راستہ بھی، پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے اور آبادی بھی، درختوں، پانی کے چشموں سے تروتازہ سرسبز زمین بھی اور منزلِ مقصود ان سب سے آگے ہے، اب اگر کوئی شخص بلندی پر چڑھ کر اس کی لذت میں

---

[۱] البنیان ص ۹۵، ۹۶ [۲] البنیان ص ۸۰ [۳] ایضاً ص ۸۲

رہ گیا یا اُمّت کی ذلت و مشقت سے گھبرا گیا یا ہموار زمین سے راحت لینے لگ گیا یا ٹیڑھے راستہ کی پریشانی سے پریشان ہو گیا، یا نرم زمین کی سہولت کو دیکھ کر اسی میں رہ پڑا یا پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹیوں سے ہٹ گیا، یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش سے گھبرا گیا یا درختوں اور چشموں کی تر و تازگی اور سرسبزی سے مزے لینے لگا یا راستہ کی آبادی سے دل لگا بیٹھا وہ مقصود سے رہ جائے گا اور جو ان چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے، بلکہ راستے کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا اس کی لذتوں سے منہ موڑتا ہوا مقصود کی دھن میں برابر چلتا رہے وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا، اسی طرح اللہ کے راستہ میں چلنے والے کو اگر درمیانی حالات کی دشواریوں نے ان حالات کے بدلنے والے خدا سے پھیر دیا تو اس کی غرض فوت ہو جائے گی، مقصود سے رہ جائے گا اور بلاشبہ اس کا رشتہ خدا سے ٹوٹ جائے گا اور اگر راستہ کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزیدار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجہ پر کامیاب ہو گا ؎[1]

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا قریب تر راستہ

فرمایا:- دوستو! میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو اور صدقِ نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح راستہ ہونا معلوم نہ کر لیا ہو مگر صفتِ محمدیہ پر عمل کرنے اور ذلت و انکسار والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت و احتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں پایا، صدیقِ اکبر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا، کیوں کہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، انسان سر سے پیر تک عاجزی ہے، اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی، اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی اور کمزوری کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کو پا لینا ہے ؎[2]

عجز و انکسار کا دروازہ

فرمایا: بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور لشکرِ ہمت کے پاؤں سے اس کے بادباں نہ اٹھا دیئے ہوں، میں نے ہر دروازے

---

[1] البنیان صـ۱۳۲ [2] البنیان صـ۳۰

اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا، مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا، تو ذلت و انکسار کے دروازے سے پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا اور اسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پا لیا، دوسرے طالب ابھی تک دروازوں ہی پر کھڑے تھے کسی کو دربار تک رسائی نصیب نہ ہوئی تھی، مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل و عطا سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔[1]

احتساب کا دروازہ

فرمایا: بزرگو! میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر احسان ہے کہ جن باتوں کا میں تم کو حکم کرتا ہوں یا ترغیب دیتا ہوں، پہلے اُن سے خود آراستہ ہو چکا ہوں، لیکن تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ تم کسی واعظ یا ناصح سے اس شرط کا مطالبہ نہ کرو اور اس بات سے شیطان کو اپنے اوپر کبھی کامیاب نہ کرو کہ ہم تو اس وقت تک امر بالمعروف نہ کریں گے جب تک خود پوری طرح عمل نہ کر لیں اور بری باتوں سے اس وقت تک دوسروں کو منع نہ کریں گے جب تک خود برائیوں سے نہ بچ جائیں، اس کا انجام یہ ہوگا کہ احتساب، روک ٹوک کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، کیوں کہ گناہوں سے معصوم کون ہے، تم اچھی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم نے سب پر عمل نہ کیا ہو، بری باتوں سے روکو اگرچہ تم سب برائیوں سے نہ بچے ہو۔[2]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا طریقہ

فرمایا: اے خواص! اے عوام! اے وہ حضرات جو دونوں قسم کی شان رکھتے ہیں تم سب ایک ہی جماعت ہو۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — "اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے یعنی اسلام"

تم اللہ کے اس ارشاد کے مصداق نہ ہو:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ — "وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں"

پس تم ایسا نہ کرو، اللہ کے ایک دین کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو، تم کو چاہیے کہ تمہارے اندر جو عالم ہو وہ جاہل کو نصیحت کرے، کامل، ناقص کو کمال کی طرف کھینچے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہو۔

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی — "باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں"

---

[2] البنیان ص ۱۱۲

سختی کے ساتھ نہیں، دھوکہ اور فریب اور ظلم، تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں بلکہ نرمی اور خیر خواہی سے نصیحت کرو۔ تدبیر و حکمت سے راستے پر لاؤ، اس کا مضائقہ نہیں، کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو، مگر صاف کہنے سے پہلے مخاطب کو سمجھا دو کیوں کہ سچی ہوئی بات خود ایک مقناطیس ہے جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔

بحیثیت

مُکرّم و مُحمود

قبولیت کا معیار

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

ان حشد من الناس على رجل لا يعتبر دليلاً على قبوله عند الله واستقامته وعلو منزلته أما اذا اشهد له رجال العلم والبصيرة واصحاب الصلاح والتقوى فلا شك انه يعتبر دليلاً على قبوله وعلو منزلته ولا بد من ان يتصف اتباعه ومحبوه رجاله بالصلاح وحسن الاعتقاد والتقوى والاهتمام بالآخرة ويمتازوا من ابناء عصرهم في تدينهم وحسن سيرتهم۔ [1]

"عوام کا کسی کی تعریف کرنا اور ان کا کسی کا معتقد ہو جانا یہ اس شخص کی بزرگی اور اس کی عند اللہ مقبولیت اور اس کی علو منزلت پر دلیل نہیں ہو سکتی (اس لئے کہ بیہودہ لوگوں کے بھی عوام اکثر معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے گن گاتے رہے ہیں) ہاں جب اہل بصیرت، صلاح و تقویٰ والے حضرات کسی کی تعریف کریں تو یہ اس شخص کی مقبولیت علو منزلت کی دلیل ہوگی۔ مقبول عند اللہ شخص کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متبعین اور معتقدین اور اس کے ہمنشین حسن اعتقاد، تقویٰ، آخرت کی تیاری میں مستعد سے پیش پیش ہوں اور دینداری اور حسن سیرت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔"

معیار کا وجود بدرجۂ اتم

حضرت رفاعیؒ انہیں میں سے ہیں جن کے فضل و کمال، قبولیت و ولایت، تقویٰ و علو منزلت آپ کے متبعین کے حسن اعتقاد اور ان کے اصحاب کے سلامت عقیدہ، ان کے ہمنشینوں کا اپنے ہمعصروں میں حسن عمل، ذکر و عبادت، اہتمام آخرت، دعوت و تبلیغ میں امتیاز کی اہل علم و بصیرت، مؤلفین اہل قلم نے گواہی دی ہے اور اپنی مجلسوں میں اپنی تصانیف میں ان کو خیر سے یاد کیا ہے، ان کی تعریف کی ہے۔

اہل علم اور اہل بصیرت کی شہادت

آپ کے ہمعصر ولی کامل صاحب سلسلہ شیخ حضرت سیدنا سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے حضرت رفاعیؒ کی شان میں اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا تھا کہ:

---

[1] رجال الفکر والدعوۃ جلد اول۔

ان للہ عبدا استمکن انی مقام عبدیتہ یمحو اسم مریدہ من دیوان الاشقیاء ویکتبہ فی دیوان السعداء [1]

"خدا تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جو مقامِ عبدیت پر متمکن ہے۔ اپنے مریدین کا نام بدبختوں کی فہرست سے مٹا کر سعادت مندوں نصیبہ وروں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے"

آپ کے ہمعصر صاحب نسبت شیوخ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور اپنی اپنی مجلسوں میں آپ کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ کے ہمعصر بزرگ شیخ عبدالسمیع ہاشمی واسطی کہتے ہیں:

کان السید احمد آیۃ من آیات اللہ ومعجزۃ من معجزات رسول اللہ کان طریقہ الکتاب والسنۃ کان نعاۃ ولا نعوا الا لو رأیتہ رأیت کل السلف ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد [1]

"سید احمد اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہیں۔ آپ کا تزکیہ و اصلاح کا طریقہ کتاب و سنت سے مستفاد ہے۔ آپ صاحب کردار ہیں نہ کہ صاحبِ گفتار۔ اگر تم نے سلف صالحین کو نہیں دیکھا ہے صرف حضرت رفاعیؒ کو دیکھا ہے تو تم نے سبھوں کو دیکھ لیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے کہ ایک شخص میں عالم کو سمو دیں اور تمام صفات حسنہ کو ایک ہی میں جمع فرما دیں۔"

شیخ ابوالشجاع شافعی کہتے ہیں:-

کان السید احمد الرفاعیؒ علما شامخا وجبلا راسخا وعالما جلیلا محدثا فقیہا مفسرا [2]

"سید احمد رفاعیؒ چوٹی کے انسان اور مضبوط پہاڑ تھے۔ جلیل القدر عالم، محدث، فقیہ، مفسر تھے۔"

علامہ تاج الدین ابن سبکی لکھتے ہیں:-

الشیخ الزاہد الکبیر احد الاولیاء اللہ العارفین والسادات المشہورین اہل

"شیخ ابوالعباس بن ابوالحسن بن رفاعی بہت بڑے زاہد اور عارفین اولیاء اللہ میں بڑے درجہ کے سید ہیں

---

[1] المعارف المحمدیہ ص۹۴ [2] المعارف المحمدیہ ص۴۳

الكرامات الباهرة ابو العباس بن ابى الحسن بن الرفاعى [1]

آپ کی بڑی کرامتیں ہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

انتهت اليه الرياسة فى علوم الطريق وشرح احوال القوم وكشف مشكلات منازلاتهم وبه عرف الامر بتربية المريدين بالبطائح وتخرج بصحبته جماعة كثيرة وتلمذ له خلائق لا يحصون واثنى المشائخ والعلماء وهو احد من تهر احواله وملك اسراره وكان له كلام عال على لسان اهل الحقائق [2]

"علوم طریقت کی صدر نشینی اور احوال سلوک کی شرح کرنے اور منازل سلوک کی دشواریوں کو حل کرنے کا ملکہ آپؒ پر ختم ہو گیا۔ بطائح میں مریدی سلسلہ آپؒ ہی سے چلا، بہت بڑی تعداد آپؒ کی صحبت یافتہ اور فیض یافتہ ہے، مشائخ و علماء نے آپؒ کی تعریف کی ہے، آپؒ کو اپنے حال پر اور اسرار پر مکمل قابو تھا (اسی لئے کبھی شطحیات کا صدور آپؒ سے نہیں ہوا) اہل حقائق آپؒ کو اونچے کلمات سے یاد کرتے ہیں۔"

علامہ زین الدین عمر بن وردی گواہی دیتے ہیں:

كان صالحا ذا قبول عظيم عند الناس وله من التلامذة ما لا يحصى [3]

"حضرت رفاعیؒ لوگوں میں بہت مقبول تھے، آپؒ کے تلامذہ ان گنت ہیں۔"

علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی شہادت دیتے ہیں:

وكان اليه المنتهى فى التواضع والقناعة ولين الكلمة والذل والانكسار والازراء على نفسه وسلامة الباطن [4]

"تواضع، قناعت، نرم گوئی، فروتنی، کسر نفسی، سلامتی باطن کی صفات آپؒ پر ختم ہو گئیں۔"

مشہور مفسر محمود بن آلوسی جب حضرتؒ کا ذکر کرتے ہیں تو ان الفاظ سے:

"حضرة الولى الكامل الشيخ احمد

"حضرت ولی کامل شیخ احمد رفاعی قدس سرہٗ

---

[1] طبقات الشافعیہ جلد چہارم ص۴۰ [2] لواقح الانوار جلد اول ص۱۴۰ [3] الفتح المبین ص۴۳ [4] مرآۃ الجنان جلد سوم ص۴۰۹

الرفاعی قدس سرہٗ [1]

صاحب الفتح المبین سید ظہیر الدین قادری لکھتے ہیں:-

الولی الشہیر احمد بن الرفاعی بین الانام فمن وقف علی حسن حالہ وعلو ھمتہ فہو احد الاقطاب الکاملین ومن المشائخ الزاھدین المرشدین والفقہاء المتورعین العاملین، نحن ان شاء اللہ من المخلصین ومنیہ من المعتقدین نفعنا اللہ بعلومہ وعلوم اخوانہ الصالحین۔ [2]

"جو شخص مشہور و معروف بزرگ احمد بن رفاعیؒ کی حسن سیرت اور بلند ہمتی پر نظر کرے گا آپ کو کامل قطب، زاہد مرشد شیخ، متورع عالم فقیہ پائے گا۔ ہم ان کے مخلص معتقد ہیں۔ اللہ پاک ان کے علوم سے اور ان کے نیک ساتھیوں کے علوم سے ہم کو منتفع فرمائے۔"

صاحب بہجۃ الاسرار معدن الانوار لکھتے ہیں:-

[3] الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعیؒ ھذا الشیخ من اعیان مشائخ العراقؒ و اجلاء العارفین وعظماء المحققین وصدور المقربین صاحب المقامات العلیۃ والجلالۃ العظیمۃ والکرامات الجلیلۃ والاحوال السنیۃ والافعال الخارقۃ......

[3] "شیخ احمد بن ابو الحسن رفاعیؒ عراق کے اجلائے عارفین، عظمائے محققین، مشائخ مقربین میں سے ہیں۔ آپ بڑے بلند مقامات والے اور صاحب جلالت قدر اور کرامتوں والے اور اونچے احوال اور خارق عادت کاموں والے صاحب کشف بزرگ تھے۔

کان مشتملا علی الطف الاخلاق و اشرف الصفات واکمل الاداب قد جمع اللہ تعالی لہ اشتات المناقب

آپؒ کا مزاج لطیف تر اخلاق، بزرگ تر صفات، کامل تر آداب پر مشتمل تھا۔ مختلف مناقب و فضائل جو دوسروں میں متفرق تھے وہ سب آپ میں جمع ہو گئے تھے۔

---

[1] روح المعانی جلد پنجم ص ۳۲۳ [2] الفتح المبین ص ۱۱۱

ومتفرقات الفضائل [1]

شیخ عبدالغنی نابلسی قادری اپنے قصیدۂ تائیہ میں کہتے ہیں :-

انت الذی نور النبی بدا علی — صفحات وجهک للنواظر بهجت
فیکم هدی طه النبی مجمع — مع انه فی الصالحین مشتت

(حضرت رفاعی آپ کے چہرہ پر نور نبی ایسا نمایاں ہوا کہ دیکھنے والے متحیر ہیں۔ نبوی خصائل جو صلحاء میں متفرق تھے وہ سب آپ میں یکجا جمع ہو گئے ہیں۔)

صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں :-

السید الکبیر محی الدین سید العارفین ابو العباس احمد بن الرفاعی ...... کان عظیم القدر کبیر الشان ومحله اعظم وحاله اشهر من ان ینبه علیه وهو احد الاربعة الذین یبرؤن الاکمه والابرص ویحیون الموتی باذن الله سبحانه وتعالی واحد من اشتهر فی الدنیا وتلمذ له من الخلق عالم لا یحصون کان رحمة الله کثیر المجاهدة [2]

سید کبیر محی الدین سید العارفین ابو العباس احمد بن الرفاعی کا مرتبہ بلند شان اونچی تھی، آپ کا مقام اعلیٰ اور حال بہت مشہور ہے، بیان کی حاجت نہیں ہے۔ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جو بحکم خدا اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کرتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے، آپ ان اولیاء میں سے ہیں جن کی شہرت سارا دنیا میں ہوئی۔ مخلوق میں ایک بڑی تعداد آپ سے تلمذ رکھتی ہے۔ آپ بہت مجاہدہ فرماتے تھے، اللہ ان پر رحمت بھیجے:

صاحب قرۃ الناظر جناب ذو الفقار احمد سہارنپوری لکھتے ہیں :

عمر الله القلوب بمحبته و ملأ الصدور من هیبته وعمر الانظار بذکره وعطر الانفاق

اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت دلوں میں آپ کی ہیبت سینوں میں بھر دی تھی، آپ کے ذکر سے عالم کو معطر و معمور فرما دیا تھا۔

---

[1] بهجة الاسرار ومعدن الانوار [2] قلائد الجواهر فی مناقب الشیخ عبد القادر۔

ینتشر کانتشار فی الاناء استطار النار بالریاح فاخذ لہ خلق لا یحصون من ارباب الاحوال الصادقۃ ..... ورماہ المشائخ والعلماء بابصار التجلیل وشہد لہ الخلق بالاحترام والتفضیل ۱؎

جنگل کی آگ کی طرح آپ کی شہرت عالم میں پھیل گئی تھی۔ اچھے سچے احوال۔ رکھنے والی بڑی تعداد آپ کی شاگرد ہے، مشائخ وعلماء آپ کی بزرگ داشت رکھتے ہیں اور عالم آپ کا احترام کرتا ہے۔"

صاحب جلاء الصدر احمد بن جلال لکھتے ہیں:-

انہ کان فقیہا عالما قارئا مجوداً المحدثا ولہ اجازات وروایات عالیۃ ۲؎

آپ فقیہ تھے عالم تھے، قاری مجود تھے محدث تھے آپ کو اونچی روایتیں اور بلند پایہ اجازتیں حاصل تھیں

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عربی ماہنامہ "البعث الاسلامی" کے مدیر جناب سعید الرحمن صاحب ندوی لکھتے ہیں:-

کان الشیخ ابو العباس الرفاعی من کبار الاولیاء والعارفین العظام ذا منزلۃ وجیہۃ عند اللہ وعند الناس کما یبدو من احوالہ وقد شہد بذالک اہل العلم والمعرفۃ ۳؎

"شیخ ابو العباس رفاعی بڑے اولیاء وبزرگ عارفین میں تھے، عند اللہ آپ کا اونچا مقام تھا، اور لوگوں میں بھی صاحب مرتبہ اور وجیہ تھے، جیسا کہ آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے اور اہل علم اور اہل معرفت نے اس کی گواہی دی ہے۔"

صاحب المجالس الرفاعیہ جناب سید محمود سامرائیؒ رفاعی لکھتے ہیں۔

"کان السید احمد..... کالسحاب اینما وقع نفع لم یخالف قولہ فعلہ ۴؎

"آپ بادل کی طرح تھے جہاں جاتا نفع پہنچاتا ہے، آپ کا کردار اور گفتار ایک تھا۔"

اہل علم وفضل، اہل بصیرت ومعرفت کی شہادتیں نقل کی جائیں تو دفتر ہو جائے، نمونہ کے طور پر ہر طبقے کے اہل علم واہل نظر حضرات کی شہادتیں یہاں نقل کی گئی ہیں۔

۱؎ قرۃ الناظر ص۵۳ ۲؎ بحوالہ الطریقۃ الرفاعیۃ ۳؎ البعث الاسلامی بابت محرم ۱۴۱۲ھ ص۹۹ ۴؎ المجالس الرفاعیہ ص۱۲

ومتفرقات الفضائل [1]

شیخ عبدالغنی نابلسی قادری اپنے قصیدۂ تائیہ میں کہتے ہیں :-

انت الذی منور النبی بدا علی — صفحات وجهك للنواظر سبهت

فیك هدی طه النبی مجمع — مع انه فی الصالحین مشتت

(حضرت وقائی" آپ کے چہرہ پر نور نبیؐ ایسا نمایاں ہوا کہ دیکھنے والے متحیر ہیں، نبوی فضائل جو صلحاء میں متفرق تھے وہ سب آپؒ میں یکجا جمع ہو گئے ہیں)"

صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں :-

السید الکبیر محی الدین سید العارفین ابو العباس احمد بن الرفاعی ..... کان عظیم القدر کبیر الشان ومحله اعظم وحاله اشهر من ان ینبه علیه وهو احد الاربعة الذین یبرؤن الاکمه والابرص ویحیون الموتی باذن الله سبحانه وتعالی واحد من اشتهر فی الدنیا وتلمذ له من الخلق عالم لا یحصون کان رحمة الله کثیر المجاهدة [2]

"سید کبیر محی الدین سید العارفین ابو العباس احمد بن الرفاعی کا مرتبہ بلند شان اونچی تھی، آپؒ کا مقام اعلیٰ اور حال بہت مشہور ہے، بیان کی حاجت نہیں ہے، آپؒ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جو بحکم خدا اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کرتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے، آپؒ ان اولیاء میں سے ہیں جن کی شہرت ساری دنیا میں ہوئی، مخلوق میں ایک بڑی تعداد آپ سے تلمذ رکھتی ہے، آپؒ بہت مجاہدہ فرماتے تھے، اللہ ان پر رحمت بھیجے :

صاحب قرۃ الناظر جناب ذوالفقار احمد سہارنپوری لکھتے ہیں :

عمر الله القلوب بمحبته و ملأ الصدور من هیبته وعمر الانظار بذکره وعطر الآفاق

:- اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی محبت دلوں میں آپؒ کی ہیبت سینوں میں بھر دی تھی، آپؒ کے ذکر سے عالم کو معطر و معمور فرما دیا تھا ۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار [2] قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر۔

ینتشرہ فاستطار فی الانام استطار النار بالریاح تلمذ لہ خلق لا یحصون من ارباب الاحوال الصادقۃ ..... ورماہ المشائخ والعلماء بابصار التجلیل وشہد لہ الخلق بالاحترام والتفضیل ؎۱

جنگل کی آگ کی طرح آپؒ کی شہرت عالم میں پھیل گئی تھی، اچھے سچے احوال رکھنے والی بڑی تعداد آپؒ کی شاگرد ہے، مشائخ وعلماء آپؒ کی بزرگ داشت رکھتے ہیں اور عالم آپؒ کا احترام کرتا ہے۔"

صاحب جلاء الصدر احمد بن جلال لکھتے ہیں :-

انہ کان فقیہا عالما قارئا مجوداً المحدثا ولہ اجازات وروایات عالیۃ ؎۲

آپؒ فقیہ تھے عالم تھے، قاری مجود تھے محدث تھے، آپؒ کو اونچی روایتیں اور بلند پایہ اجازتیں حاصل [illegible]

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عربی ماہنامہ "البعث الاسلامی" کے مدیر جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں :-

کان الشیخ ابو العباس الرفاعی من کبار الاولیاء والعارفین العظام ذا منزلۃ وجیہۃ عند اللہ وعند الناس کما یبدو من احوالہ وقد شہد بذالک اہل العلم والمعرفۃ ؎۳

"شیخ ابو العباس رفاعیؒ بڑے اولیاء و بزرگ عارفین میں تھے، عند اللہ آپؒ کا اونچا مقام تھا، اور لوگوں میں بھی صاحب مرتبہ اور وجیہ تھے، جیسا کہ آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے اور اہل علم اور اہل معرفت نے اس کی گواہی دی ہے۔"

صاحب المجالس الرفاعیہ جناب سید محمود سامرائیؒ رفاعی لکھتے ہیں۔

"کان السید احمد..... کالسحاب اینما وقع نفع لم یخالف قولہ فعلہ ؎۴

"آپؒ بادل کی طرح تھے، جہاں جاتا نفع پہنچاتا ہے، آپؒ کا کردار اور گفتار ایک تھا۔"

اہل علم وفضل، اہل بصیرت ومعرفت کی شہادتیں نقل کی جائیں تو دفتر ہو جائے، نمونہ کے طور پر ہر طبقے کے اہل علم واہل نظر حضرات کی شہادتیں یہاں نقل کی گئی ہیں۔

؎۱ قرۃ الناظر ص ۵۳ ؎۲ بحوالہ الطریقۃ الرفاعیۃ ؎۳ البعث الاسلامی بابت محرم ۱۳۹۲ھ ص ۹۸ ؎۴ المجالس الرفاعیہ ص ۱۴

بحیثیت

انسانِ کامل

ولادت کی بشارت

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ منصور بطائحی کو آپ کی ولادت کی بشارت سنائی تھی۔

جناب سید عزالدین احمد لکھتے ہیں:-

قد رأى مولانا السيد منصور	مولانا سید منصور بطائحیؒ نے ایک رات
البطائحي ذات ليلة في منامه رسول	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا
صلى الله عليه وسلم فقال عليه السلام	آپ نے ارشاد فرمایا، اے منصور! میں تمہیں
ابشرك يا منصور ان الله يعطي اختك	خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ پاک چالیس دن کے
بعد اربعين يوما ولدا يكون	بعد تمہاری بہن کو ایک لڑکا عطا فرمائیں گے

شیخ منصور بطائحیؒ

عارف کبیر شیخ منصور بن الاشہب بطائحیؒ اکابر صوفیہ اجلائے عارفین کبار محققین میں سے ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ حالت حمل میں جب آپ کی والدہ صاحبہ اپنے شیخ عارف جلیل ابو محمد شنبکی۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ شنبکی کی صحبت سے اپنے وقت کے اکابر صوفیہ فیض پا کر نکلے ہیں جیسے شیخ ابو الوفا اور شیخ منصور بطائحی وغیرہ۔ شیخ شنبکی اپنے وقت کے عارف اور کامل ولی تھے ام — کی خدمت میں زیارت کے لئے آتیں تو شیخ شنبکی تعظیماً کھڑے ہو جاتے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ خاتون ایک ولی کامل جس کا عند اللہ بڑا مرتبہ ہے کا حمل رکھتی ہے اس بچہ کی تعظیم کر رہا ہوں۔ شیخ منصور نہر دقلی میں مقیم تھے اور وہیں وفات پائی۔ (الدر المنظم ص ۲۹)

• علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ حضرت رفاعیؒ کے ماموں اور مرشد ہیں جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اہلیہ محترمہ نے عرض کیا، کہ فرزند عالی کو نیابت کے لئے قبول فرمائیں، فرمایا اس کا مستحق بھانجا سید احمد ہے، جب اہلیہ محترمہ نے بار بار فرزند کے لئے اصرار کیا تو آپ نے فرزند ارجمند اور بھانجے دونوں کو بلایا اور فرمایا فلاں باغ سے فلاں پودے توڑ لاؤ۔ فرزند عالی ان پودوں کا گٹھا لے آئے اور حضرت رفاعیؒ خالی ہاتھ آئے۔ وجہ دریافت فرمائی، حضرت رفاعیؒ نے عرض کیا کہ پودے ذکر و تسبیح میں مشغول تھے، ان کو ذکر اللہ سے روکنا گوارا نہ ہوا۔ اس واقعہ پر آپ کی اہلیہ محترمہ بھی آپ کی ہم خیال ہو گئیں۔ (لواقح الانوار ص ۱۵۵)

صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ آپ کا انتقال نہر دقلی میں [illegible]ھ میں ہوا، مزار زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

(رموز الفقراء ص[illegible]، البنیان المشید ص[illegible])

اسمه احمد مثل ما انا رأس الانبیاء کذلك هو رأس الاولیاء حین یکبر کا لخذ له واذهب به الی الشیخ علی القاری الواسطی واعطه کی یربیه [1]

اس کا نام احمد ہوگا، جیسا میں تمام انبیاء کا سردار ہوں، یہ بچہ اولیاء کا سردار ہوگا، جب یہ باشعور ہو جائے تو تعلیم کے لئے شیخ علی قاری واسطی کے پاس لے جاؤ۔

جناب سید فقیر اللہ شاہ نے اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ

- جو کوئی اس فرزند سے محبت کرے گا، میں اس سے محبت کروں گا" [2]

شجرۂ نسب

نسبة احمد المرتضى الرفاعي — لطه وصلة عظمت مقاما
سری برهانها شرقا وغربا — وسار معطرا يمنا وشاما [3]

سید احمد [4] بن سید سلطان علی [5] بن سید یحییٰ نقیب بصرہ بن سید ثابت بن سید ابو الفوارس حازم علی بن سید احمد مرتضیٰ بن سید علی اشبیلی بن سید رفاعۃ الحسن المکی بن سید مہدی بن سید محمد

---

[1] المعارف المحمدیہ صہ ۳۱ [2] دعوۃ الفقراء صہ ۴۹ [3] المجموعۃ الصغریٰ صہ ۳

[4] والدۂ ماجدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے: سید احمد رفاعی بن ام الفضل فاطمہ انصاریہ بنت شیخ ابو سعید یحییٰ بن شیخ موسیٰ بن شیخ کامل بن شیخ یحییٰ کبیر بن شیخ محمد بن شیخ ابوبکر واسطی بن شیخ موسیٰ بن شیخ منصور بن شیخ خالد بن شیخ زید بن شیخ ثابت ابو ایوب بن شیخ خالد بن شیخ ابو ایوب انصاری صحابی رسولؐ رضی اللہ عنہ (البوارق الرفاعیہ صہ ۲۰)

[5] **حضرت سید علی قدس سرہ** حضرت رفاعیؒ کے والد ماجد عارف باللہ سید سلطان علی کی ولادت ۲۵۹ھ میں اپنے والد ماجد سید یحییٰ نقیب کی وفات کے ایک سال پیشتر بصرہ میں ہوئی۔ آپ کے انصاری ماموؤں نے آپ کی کفالت کی، بڑے اساتذہ سے علوم میں مہارت اور کمال پیدا کیا اور اپنے چچازاد بھائی شیخ سید حسن بن سید محمد عسلۃ المکی الرفاعی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اپنے بلند مقام علم و معرفت کی وجہ سے سلطان العارفینؒ کا لقب پایا۔ شیخ منصور بطائحیؒ قدس سرہٗ کی بہن ام الفضل فاطمہ انصاریہ بخاریہ سے ۴۹۷ھ میں نکاح فرمایا، انہیں سے حضرت سید احمد رفاعیؒ، سید عثمان، سید اسماعیل، ستیہ ست القصب پیدا ہوئے۔ ۵۱۹ھ میں عراق دار الملک قدسے مختلف نقشے اٹھ رہے تھے یوں کہ آپ کا مرتبہ اپنے ہمعصروں میں نہایت بلند تھا، اس لئے آپ خلیفہ مسترشد باللہ

(سلسلہ صہ پر)

ابو القاسم بن سید حسن بن سید حسین قطعی بن سید احمد صالح بن سید موسیٰ ثانی ابو سبحہ بن سید ابراہیم مرتضےٰ اصغر بن سید موسیٰ کاظم بن سید جعفر صادق بن سید محمد باقر بن سید علی زین العابدین سید حسین بن سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔[1]

ولادت

آپ کی ولادت پندرہ[2] رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ام عبیدہ[3] کے قصبہ حسن[4] میں ہوئی۔ تاریخ ولادت "بشریٰ"[5] اور "جامع سر ربی الرب"[6] نکالی گئی۔

حضرت رفاعیؒ عربی[7] تھے، آپ کے والد ماجد بطائح[8] سے تشریف لائے اور ام عبیدہ میں قیام فرمایا تھا۔

---

[1] رموز الفقراء ص ۲۹ [2] ابن خلکان شافعی نے ولادت محرم الحرام ۵۰۰ھ لکھا ہے۔ اسی کو صاحب الفتح المبین ص ۱۰۲ اور صاحب الدر المنتظم جلد اول ص ۲۹۹ اور صاحب تلامذہ ابو بکر صاحب مرآۃ الجنان جلد سوم ص ۲۰۹ اور صاحب مقالات احسانی ص ۱۹۰ نے اختیار کیا ہے۔ صاحب رموز الفقراء نے یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ لکھا ہے۔ صاحب معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد پنجم ص ۹۴۲ نے سن ولادت ۵۱۱ھ لکھی ہے۔

[3] اُم عُبَیدہ "عبیدہ" کے عین پر زبر اور باء کے نیچے زیر ہے (وفیات الاعیان ص ۱۶۳)۔

[4] صاحب معجم المطبوعات العربیہ نے لکھا ہے کہ حسن، واسطہ کے علاقے میں ایک ریاست ہے (جلد پنجم ص ۹۴۲)

[5] رموز الفقراء ص ۴۵۔ [6] المجالس الرفاعیہ ص ۲ [7] تواریخ الاوزد ص ۱۲۱ البعث الاسلامی ص ۹۲ الفتح المبین عن الوفیات ص ۱۰۲ [8] بطائح: چند مجتمع موضعات کا نام ہے جو واسط اور بصرہ کے درمیان آباد ہیں۔ وفیات الاعیان ۱۵۵ الفتح المبین عن شذرات الذہب ص ۱۰۳ قرۃ الناظر ص ۵۰ العبر ص ۱۹۸ البدایہ ص ۲۱۱

(صفحہ کے حاشیے کا بقیہ) عباسی کو نصیحت کرتے بغداد تشریف لائے اور مالک بن سیب خلیلی جن کے دل میں خلافت سے متصل لقاء کے بعد دربار خلافت پہنچ کر خلیفہ کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کرکے نصیحت فرمائی، لیکن جب آپ نے اس کے اثرات نہیں دیکھے تو مستقبل میں جو ہونا تھا ہونے والا تھا، آپ رنجیدہ اور افسردہ ہوئے، اسی کیفیت میں بیمار ہو گئے، اسی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ سن وفات ۲۱۹ھ ہے۔ مالک بن سیب کے قصور میں مدفون ہوئے۔ مالک نے تربت قبر تعمیر کیا اور ایک مسجد بھی بنائی، یہ جگہ درگاہ سید سلطان علی کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ کا لقب سلطان العارفین تھا، لیکن عوام سلطان کہتے تھے، پھر عوام خواص سبھوں نے سلطان ہی کے لفظ سے آپ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ (المجالس الرفاعیہ ص ۱۶۳)

نشوونما

روزِ اوّل ہی سے آثارِ ولایت نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ آپ کی بہن بیان کرتی ہیں کہ

"میرے بھائی جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان میں کبھی دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، پہلے پہلے یہ خیال ہوا کہ شاید دودھ پلانے والی کو کوئی مرض ہو جس کی وجہ سے وہ دودھ نہ پیتے ہوں، دوسری عورت کو دیا، آپؒ نے اس کا بھی دودھ نہ پیا، اسی طرح چند عورتیں دودھ پلانے کی کوشش کرتی ہیں مگر آپؒ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا ہاں مغرب کے بعد دودھ پینے لگے" [۱]

ہوش کے زمانے کا حال صاحب رموز الفقراء آگے لکھتے ہیں :

"اور جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف کبھی آپؒ نے بالکل توجہ نہ کی" [۲]

جناب سید عز الدین احمد لکھتے ہیں :-

فی زمن الطفولیۃ صاحب الولا دلا رتبط [۳] "بچپن میں لوگوں کے ساتھ کبھی لہو و لعب میں نہیں لگے۔ کھیل کود کے زمانے میں بجائے کھیل تماشے کے آپ مخلوق کی خدمت کرتے تھے۔

جناب سید عز الدین لکھتے ہیں :-

یستقی لھم الماء [۴] "لوگوں کے گھر پانی بھر دیتے تھے"

جب آپؒ ساتویں سال میں داخل ہوئے تو آپؒ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد ماجد کی وفات ۵۱۹ھ میں ہوئی۔

کفالت و تربیت

والد ماجد کی وفات پر آپ کے ماموں شیخ منصور بطائحیؒ نے آپؒ کو اور آپؒ کے بھائیوں سید اسماعیل، سید عثمانؒ اور بہن سیدہ ست النسب اور والدہ ماجدہ ام الفضل فاطمۃ الانصاریہ کو اپنے قصبہ نہر دقلی بلا لیا اور ان کی کفالت و تربیت فرمائی۔ شیخ منصور بطائحیؒ اپنے وقت کے عارف اللہ شیخ کامل تھے، حضرت رفاعیؒ میں آثارِ ولایت کو دیکھ کر آپؒ کی تربیت پر خصوصی توجہ اور عنایت فرمائی۔ حضرت رفاعیؒ کی نشوونما اور تربیت صوفیاء و علماء، صلحاء

---

[۱] رموز الفقراء ص۵۱ [۲] ایضاً [۳] [۴] المعارف المحمدیہ ص۳۴

واتقیاء کی گود میں ان کی نگرانی اور سایہ میں ہوئی ہے۔

جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں:

تربی فی حجر صالح ونشأ نشأۃ دینیۃ فی احضان الصالحین واصحاب النفوس الزکیۃ من العلماء والمشائخ ؎	آپ کی تربیت دینی صالح ماحول، صلحاء و اتقیاء و مشائخ و علماء کی گود میں ہوئی۔

تعلیم

حضرت رفاعیؒ نے چھوٹی سی عمر ہی میں شیخ عبد السمیع حربونی سے کلام اللہ شریف حفظ فرمایا پھر آپ کو واسط جو عراق کا مدینۃ العلم والعلماء تھا لے جایا گیا۔ جناب سید فقیر اللہ شاہ رفاعی لکھتے ہیں:-

"کچھ دن بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب حکم واسط میں زبدۃ العلماء شیخ علی قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیج دیا گیا: ؎

آپ نے شیخ علی واسطی ہی سے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ پڑھی ؎ صاحب البدایہ نے لکھا ہے کہ آپ نے اس کو حفظ تک فرما لیا تھا ؎۔ شیخ علی واسطی کے علاوہ اور اساتذۂ فن جیسے شیخ ابو بکر واسطی سے آپ نے استفادہ کیا ہے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مدینۃ العلم والعلماء واسط میں درس دیتے رہے۔ صاحب رموز لکھتے ہیں:-

بیس سال کی عمر میں آپؒ نے علوم عقلیہ ونقلیہ حدیث، تفسیر، فقہ، معانی، فلسفہ وغیرہ علوم اور فنون مروجہ میں قابل فخر درجہ حاصل کیا۔ آپ کے استاد محترم نے سند بھی عطا کر دی...... پھر آپؒ نے حصول سند کے بعد وہیں پر سلسلۂ درس و تدریس شروع فرمائی، لطف خداوندی اور طبیعت کے رجحان نے بہت جلد آپؒ کو اس فن کے کمال پر پہنچا دیا ؎

باطنی استعداد

حضرت رفاعیؒ ولی پیدا ہوئے تھے، آپ کے وہبی عرفان، ولایت کو ہونے پر دلالت کے لئے بچپنے کا ایک ہی واقعہ کافی ہے دراں حالیکہ ایسے دسیوں

۱؎ البعث الاسلامی ص ۹۵ ۲؎ رموز الفقراء ص ۵ ۳؎ تواریخ الانوار جلد اول ص ۹۳ ۴؎ البدایہ والنہایہ جزء ۱۲ ص ۲۱۲ ۵؎ رموز ص ۴۳

واقعات پیش آئے، علامہ یافعی لکھتے ہیں:۔

بچپنے میں جب آپ شیخ علی بن قاری واسطی سے قرآن شریف کا درس لے رہے تھے، کسی صاحب نے شیخ علی واسطی کی دعوت کی، واسط کے مشائخ اور علماء بھی مدعو تھے، کھانے سے فراغت پر محفل سماع منعقد ہوئی، قوال دف کے ساتھ غزل سرا ہوا۔ شیخ علیؒ واسطی کے ساتھ سیدی احمدؒ بھی بحیثیت خادم تشریف لے گئے تھے۔ آپ استاد محترم کے جوتے دروازے کے ایک گوشے میں لئے بیٹھے تھے، محفل جمی ہوئی تھی، سامعین پر حال طاری تھا، شیوخ وجد میں تھے، اچانک گوشے سے حضرت رفاعیؒ قوال پر لپکتے ہیں اور دُف کو پھوڑ دیتے ہیں، مشائخ و شرکاء شیخ علی قاری پر تیز نظر کرتے ہوئے شکوہ کرتے ہیں کہ بچے کی اس بے ادبی کا مطالبہ تم پر ہے شیخ علی مطمئن لہجہ میں فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ اسی سے دریافت کی جائے اگر وہ جواب نہ دے سکے تو مطالبہ مجھ پر۔

شیوخ و شرکاء سید احمد رفاعیؒ سے وجہ دریافت کرتے ہیں، سید احمدؒ فرماتے ہیں، بزرگو! اس کی وجہ خود قوال سے پوچھیو! کہ اس کے دل میں کیا وسوسہ گزرا ہے، اسی کا جواب آپ کے اطمینان کے لئے کافی ہے، چنانچہ قوال کی طرف توجہ کی جاتی ہے، وہ عرض کرتا ہے کہ کل رات ایک محفل میں شریک تھا، شراب کا دور چل رہا تھا، شرکاء محفل نشہ میں جھوم رہے تھے، آپ حضرات کے تواجد کو دیکھ کر دل میں گزرا کہ کل وہ بھی اسی طرح جھوم رہے تھے، ابھی یہ خطرہ پورا بھی نہ ہوا تھا، اتنے میں اس بچے نے دف توڑ دیا۔ قوال کے اس افشائے حال پر جمیع شیوخ و شرکاء سید احمد کی دست بوسی کرتے ہوئے معذرت کرتے ہیں لے

ابتدائی حال

حضرت رفاعیؒ اپنا ابتدائی حال خود ارشاد فرماتے تھے کہ لما مررت وانا صغیر علی ۔۔۔ "میرا گزر جب میں چھوٹا تھا ۔۔۔

لے ۔ روض الریاحین حکایت ۴۹۰ ص ۲۳۹

الشیخ عارف باللہ عبد الملک الخزنوفی اوصانی وقال لی یا احمد احفظ ما اقول لک فقلت نعم فقال ملتفت لا یصل ومن لم یعرف من نفسہ النقصان اوقاتہ نقصان خرجت من عندہ وجعلت اکررھا سنۃ ثم رجعت الیہ فقلت لہ اوصنی فقال ما اقبح الجھل بالالباب والعلۃ بالاطباء والجفاء بالاحباء ثم خرجت رجعت اردد ھا سنۃ فانتفعت بموعظۃ [1]

شیخ عارف باللہ عبد الملک خزنوی پر ہوا انہوں نے فرمایا اے احمد! جو کہوں یاد رکھو، عرض کیا ضرور یاد رکھوں گا، فرمایا "بے التفاتی کرنے والا واصل نہیں ہوتا اور متشکک کو فلاح نہیں، جو اپنے حال کی نگہداشت نہ کرے اس کے سب اوقات ناقص ہیں" میں اس جملے کو سال بھر دہراتا گیا، ایک سال کے بعد حاضر ہوا اور عرض کیا، کہ کچھ اور نصیحت فرمائیے، فرمایا "عقلمندوں کے لئے جہالت، طبیبوں کے لئے بیماری، اور دوستوں کیلئے ظلم بہت نامناسب ہے"۔ اس جملے کو بھی سال بھر دہراتا رہا، ان نصائح سے بہت منتفع ہوا۔

اجازت وخلافت

اپنی تعلیمی مشاغل اور درس وتدریس کے انہماک کے ساتھ روح کی تربیت، نفس کے تزکیہ، اخلاص وللہیت، دوام ذکر، حضور قلب کی حفاظت ونگہداشت کی طرف متوجہ رہے، جب آپؒ نے طریقت ومعرفت کے مدارج طے کرلئے تو شیخ منصور بطائحیؒ اور شیخ علی قاری دونوں کی طرف سے آپؒ کو خلافت واجازت ملی، ان حضرات کے علاوہ اور دیگر شیوخ نے بھی اپنی طرف سے آپؒ کو اجازت دی ہے۔

صاحب المجالس الرفاعیہ لکھتے ہیں۔

لسیدنا الرفاعیؒ خمس بیعات اخذھا عن اکابر صوفیۃ وقتہ لبس الخرقۃ عنھم [2]

"اپنے وقت کے پانچ اکابر صوفیہ سے سیدنا رفاعیؒ کو اجازت حاصل ہوئی اور آپؒ نے خرقہ زیب تن فرمایا"

شجرۂ خلافت

شیخ منصور بطائحیؒ اور شیخ علی قاری کے شجرۂ خلافت کو یہاں نقل کیا جاتا ہے، تاکہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نسبت عالیہ کو حضرت رفاعیؒ تک پہنچانے والے امینوں، محافظوں کے اسمائے گرامی سے واقفیت ہو۔

---

[1] لواقح الانوار ص ۱۲۰ [2] المجالس الرفاعیہ ص ۲۲

شیخ منصور بطائحیؒ کا واسطہ ـــــ سیدنا سید احمد کبیر رفاعیؒ عن الشیخ منصور البطائحیؒ وہو عن والدہ الشیخ یحییٰ الانصاری عن ابیہ الشیخ موسیٰ ابی سعید الانصاری عن ابیہ الشیخ کامل عن ابیہ الشیخ یحییٰ الکبیر عن ابیہ الشیخ ابی بکر موسیٰ الانصاری عن الشیخ جنید البغدادی عن الشیخ سری السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائیؒ عن الشیخ حبیب العجمی عن الشیخ حسن البصری عن امیر المومنین سیدنا علی عن سید الکونین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ۱؎

شیخ علی قاری کا واسطہ ـــــ سیدنا سید احمد الکبیر الرفاعیؒ عن الشیخ علاؤ الدین علی القاری الواسطی وہو عن ابی الفضل الشیخ محمد بن کامخ عن الشیخ ابی بکر الشبلی عن الشیخ ابی القاسم جنید البغدادی عن الشیخ سری السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائیؒ عن الشیخ حبیب العجمی عن الشیخ ابی سعید حسن البصری عن امیر المومنین سیدنا علی عن سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲؎

عدیم المثال شجرہ

اپنے ماموں، اور پیر و مرشد حضرت شیخ منصور بطائحیؒ کی طرف سے شجرۂ خلافت میں، نسبتِ خلافت، حضرت شیخ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک "پشت بہ پشت" چلی ہے۔ اور اپنے استاد و مربی شیخ علاء الدین علی قاریؒ کی طرف سے شجرۂ خلافت میں، نسبتِ خلافت، حضرت شیخ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک ہے لیکن اس میں صرف دو ہی درمیانی واسطے ہیں اور دو دوسرا درمیانی واسطہ بھی خود حضرت شبلیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ کا ہے۔
شجرہ کی یہ دونوں خصوصیات، نہایت عظیم اور نہایت بلند ہیں، یہ دونوں نسبتیں آفتاب کی درخشانی اور مہتاب کی تابانی سے زیادہ حضرت سیدنا رفاعیؒ کے قلب و روح پر اثر انداز ہیں اور یہ مبارک اثر مسلسل بہ سلسلہ رفاعی خلفاء و فقراء میں چلا آرہا ہے اور تا قیامت انشاء اللہ برابر جاری و ساری رہے گا

سلوک کی آخری منزل

دوامِ ذکر، حضورِ قلب کی حضرت رفاعیؒ نے بڑی نگہداشت و حفاظت فرمائی، منازلِ سلوک طے کرنے کے لئے بڑے مجاہدے فرمائے اللہ تعالیٰ نے آخر میں وہ مقام عطا فرمایا کہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔

انہ تعدی المقامات و الاطوار ۳؎

علامہ شعرانی کہتے ہیں، کہ حضرت رفاعیؒ مقامات واطوار سے گزر چکے تھے:

۱؎ المجالس الرفاعیہ ص۲۲ ۲؎ روضہ ص۶۱ ۳؎ لواقح ص۱۴۳

آپؒ کا مرتبہ و مقام آپؒ کے مربی و استاد شیخ علی قاری کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے :۔

لولا ستر الامتثال لاخذت عنہ ولا ریب انا شیخہ فی الصورۃ وھو شیخی فی المعنی [1]۔

"اگر "ستر امتثال" نہ ہوتا تو میں سید احمدؒ سے بیعت ہوتا، بلاشبہ میں ان کا صورۃً شیخ ہوں مگر حقیقۃً وہ میرے شیخ ہیں"۔

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

السید احمد سلک الی اللہ طریقا اتعب بہ السالکین واخرس السنتہ المتکلمین واقعرنی دیوان التفتیش المحمدی اهال لدعوی اذل نفسہ فعززہ اخرها فقدم وطمس انانیتہ استراق النفس والسمع فصار نورا یستضاء بہ وجبلا ابلق یلتجاء الیہ وانہ لوجیہ الوجہ عند اللہ ورسولہ نحن اشیاخہ بالاسم وھو شیخنا الوقت بالحکم [2]۔

"سید احمدؒ طریق الی اللہ کے لئے ایسا راستہ چلے ہیں سالکین اس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں، اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو زبانیں ساتھ نہ دیں، سید احمدؒ نے اپنے نفس کو ذلیل کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو معزز کر دیا، انہوں نے اپنے نفس کو مؤخر کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم فرمایا، انہوں نے اپنی انانیت کو دبا دیا اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو منور فرمایا دوسرے نور پا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو پہاڑ بنایا لوگ اس کی پناہ لیتے ہیں، آپ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بڑے وجاہت والے ہیں، ہم ان کے شیخ ضرور ہیں مگر رسمی طور پر، ورنہ درحقیقت وہ ہمارے شیخ ہیں"۔

وصفِ عالی

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری جسمانی کمالات اور حسن عطا فرمایا تھا۔

حضرت رفاعیؒ درمیانی قد کے تھے رنگ گندمی چمک لئے ہوئے، چہرہ گول نورانی، بال سیاہ سینہ پر بالوں کی لکیر تھی، پیشانی کشادہ تھی، آنکھیں سرمگیں، ہونٹوں پر تبسم رہتا، جب کلام فرماتے تو دل موہ لیتے اور جب سکوت فرماتے تو ہیبت طاری ہو جاتی۔

---

[1] الوالس الرفاعیہ ص ۲۳ [2] الوالس الرفاعیہ ص ۲۳

سفید لباس زیبِ تن فرماتے تھے، اُونی خف بھی سفید ہی ہوتا، عمامہ گاہے سفید ہوتا، گاہے سیاہ، چاول کی روٹی اور کبھی گیہوں کی بھوسی کی روٹی، اور اکثر لنگر خانے کے دسترخوان کا بچا کچا نوش فرماتے، چھنے آٹے کی روٹی کبھی کھانے کی نوبت نہیں آئی اور کھانے کا معمول صرف ایک روٹی کا تھا ہمیشہ دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں سے روزہ کھولتے، کھانے میں وہی دسترخوان کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر نوش فرماتے، صبح و شام آپؒ کے دسترخوان پر کم و بیش بیس ہزار مہمان ہوتے تھے، گاہے اُن کی تعداد لاکھ تک پہنچ جاتی، سب کی مہمانی فرماتے، آپؒ کی جائیداد اور آپؒ کے باغات امراء و وزراء و حکام کی جائیدادوں سے کسی طرح کم نہ تھے، مگر سب خانقاہ پر وقف تھے، ان کی آمدنی کو اپنی ذات پر کبھی خرچ نہ فرمایا، ان کے ذمہ دار منتظمین بھی خدام ہی تھے، حساب کتاب تک حضرت والا نہیں لیتے تھے۔ ۱؎

خُلقِ عظیم — طبیعت مسکین تھی، مگر کوئی نظر بھر آپؒ کو دیکھ نہیں سکتا تھا، سینہ ہر ایک کے لئے کشادہ تھا، ہمیشہ متفکر، فرزدہ سے رہتے، کبھی آپؒ کو کسی نے ہنستا ہوا نہیں پایا، چہرے پر تبسم رہتا، رقیق القلب تھے، اسی لئے گریہ جلد طاری ہو جاتا۔

دنیا کو حقیر سمجھتے تھے، کسی درجہ میں بھی دنیا آپؒ کو تعیش و تکلف کی طرف متوجہ نہ کر سکی، مُتبدعین پر نہایت سخت تھے، اہلِ حق کے لئے بہت ہی نرم مثل ابریشم، آپؒ کا گفتار و کردار ایک تھا، آپؒ بادل کی طرح سراپا نافع تھے، آپؒ کا عمل اور کلام للہ فی اللہ ہوتا تھا، مساکین، فقراء، ناداروں میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے اور ان کے درمیان اپنے لئے کوئی امتیاز گوارا نہ فرماتے، لنگر خانے تشریف لاتے اور خدام کی ہمت افزائی فرماتے اور رفقہ فی اللہ مہمانوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے شیطان کسی کام للہ فی اللہ ہونے نہیں دیتا، ان مہمانوں سے خدا کے واسطے محبت کرو اور خدا کے واسطے ان کی خدمت کرو۔

امراء حکام کی تعظیم میں آپؒ کھڑے نہیں ہوتے تھے، اللہ پاک نے آپؒ کے کلام سے دین و شریعت کی بڑی تائید فرمائی، آپ کا عمل جادۂ شرع شریف کے مطابق، آپؒ کی زبان شریعت کے گن گانے والی تھی ۲؎

۱؎ البحرۃ الصغریٰ ص۶ ۲؎ المجالس الرفاعیہ ص۲۵ ۳؎ البحرۃ الصغریٰ ص۶

زیارتِ حرمین شریفین

حضرت رفاعیؒ نے ۵۵۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرمایا، یہ آپؒ کا پہلا حج تھا، جب حج کے فریضے سے فراغت پائی تو اپنے جدِ اعلیٰ صاحبِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے مشتاقانہ چلے، جب مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو جوتا نکال دیا ننگے پیر روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے۔

روضۂ اطہر پر حاضری

قبرِ اطہر کے پاس مواجہ شریف میں قبلہ رو کھڑے عرض پرداز ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدِّیْ (اے دادا جان! آپ پر سلامتی ہو)۔

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ بیان کرتے ہیں۔

"چوں کہ آپؒ سید تھے اس لئے سلام کا صیغہ یہ اختیار فرمایا"[۱] جواب مسموع ہوا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ (اے بیٹے، تم پر بھی سلامتی ہو)

اس جوابِ گرامی پر آپؒ کو وجد آیا، آپ پر گریہ طاری ہوگیا، بے ساختہ والہانہ طور پر آپؒ نے ایک رباعی پڑھی:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

(دوری مجبوری کی حالت میں اپنی روح کو روضۂ اطہر بھیجدیتا تھا، کہ میری نائب بن کر آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے، اب اصالۃً حاضری کا موقع ملا ہے، اپنا دستِ مبارک عنایت فرمایئے تاکہ اس کا بوسہ لے کر کے ہونٹ لطف اندوز ہوں)

تقبیلِ یدِ مبارک

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ بیان کرتے ہیں:۔
فوراً قبرِ شریف سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا، جس سے تمام مسجد منور ہوگئی۔"[۲]

جناب سید عز الدین لکھتے ہیں:۔

---

[۱] تسہیل المواعظ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ [۲] الکلام الحسن صفحہ ۱۳۵

اسمه احمد مثل ما انا رأس الانبياء كذلك هو رأس الاولياء اجمعين يكبر كذا كذا واذهب به الى الشيخ علي القاري الواسطي واعطه كي يربيه [1]

اس کا نام احمد ہوگا، جیسا میں تمام انبیاء کا سردار ہوں یہ بچہ اولیاء کا سردار ہوگا، جب یہ باشعور ہو جائے تو تعلیم کے لئے شیخ علی قاری واسطی کے پاس لے جاؤ

جناب سید فقیر اللہ شاہ نے اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ
"جو کوئی اس فرزند سے محبت کرے گا، میں اُس سے محبت کروں گا" [2]

شجرۂ نسب

نسبة احمد المولى الرفاعي — لطه وصلة عظمت مقاما
سرى برهانها شرقا وغربا — وسار معطرا يمنا وشاما [3]

سید احمد[4] بن سید سلطان[5] علی بن سید یحییٰ نقیب بصرہ بن سید ثابت بن سید ابوالفوارس حازم علی بن سید احمد مرتضیٰ بن سید علی اشبیلی بن سید رفاعۃ الحسن المکی بن سید مہدی بن سید محمد

---

[1] المعارف المحمدیہ ص۳۱ [2] رحمۃ الفقراء ص۴۹ [3] المجموعۃ الصغریٰ ص۳

[4] والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے: سید احمد رفاعی بن ام الفضل فاطمہ انصاریہ بنت شیخ ابو سعید یحییٰ بن شیخ موسیٰ بن شیخ کامل بن شیخ یحییٰ کبیر بن شیخ محمد بن شیخ ابوبکر وعلی بن شیخ موسیٰ بن شیخ منصور بن شیخ خالد بن شیخ زید بن شیخ ثابت ابو ایوب بن شیخ خالد بن شیخ ابو ایوب انصاری صحابی رسول اللہ رضی اللہ عنہ (الیاقس الرفاعیہ ص۲۰)

[5] **حضرت سید علی قدس سرہ** حضرت رفاعیؒ کے والد ماجد عارف باللہ سید سلطان علی کی ولادت ۴۵۹ھ ہوئی۔ اپنے والد ماجد سید یحییٰ نقیب کی وفات کے ایک سال پیشتر بصرہ میں ہوئی۔ آپ کے انصاری ماموؤں نے آپ کی کفالت کی، بڑے اساتذہ سے علوم میں مہارت اور کمال پیدا کیا اور اپنے چچا زاد بھائی شیخ سید حسن بن سید محمد عسلہ المکی الرفاعی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اپنے بلند مقام علم و معرفت کی وجہ سے "سلطان العارفین" کا لقب پایا۔ شیخ منصور بطائحی قدس سرہ کی بہن ام الفضل فاطمہ انصاریہ نجاریہ سے ۴۹۷ھ میں نکاح فرمایا انہیں سے حضرت سید احمد رفاعیؒ، سید عثمان، سید اسماعیل، ست نسب الفقہ پیدا ہوئے۔ ۵۱۹ھ میں عراق دار الخلافہ میں مختلف فتنے اٹھ رہے تھے چونکہ آپ کا مرتبہ اپنے معاصروں میں نہایت بلند تھا، اس لئے آپ خلیفہ مسترشد باللہ

(سلسلہ صفحہ پر)

ابو القاسم بن سید حسن بن سید حسین قطعی بن سید احمد صالح بن سید موسیٰ ثانی ابو سبحہ بن سید ابراہیم مرتضیٰ اصغر بن سید موسیٰ کاظم بن سید جعفر صادق بن سید محمد باقر بن سید علی زین العابدین سید حسین بن سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔[1]

ولادت آپ کی ولادت پندرہ[2] رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ام عبیدہ[3] کے قصبہ حسن[4] میں ہوئی۔ تاریخ ولادت "بشریٰ"[5] اور "جامع سر بانی الرب"[6] نکالی گئی۔

حضرت رفاعی عرب[7] تھے، آپ کے والد ماجد بطائح[8] سے تشریف لائے اور ام عبیدہ میں قیام فرمایا تھا۔

---

[1] رموز الفقراء صفحہ ۴۹ [2] ابن خلکان شہبہ نے ولادت محرم الحرام ۵۰۰ھ لکھا ہے۔ اسی کو صاحب الفتح المبین صفحہ ۱۰۲ اور صاحب الدر المنتظم جلد اول صفحہ ۲۹ اور صاحب قلائد الجواہر، صاحب مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۴۰۹ اور صاحب مقالات احسانی صفحہ ۱۹ نے اختیار کیا ہے۔ صاحب رموز الفقراء نے یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ لکھا ہے۔ صاحب معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ جلد پنجم صفحہ ۹۴۲ نے سن ولادت ۵۱۱ھ لکھی ہے۔

[3] "اُم عُبَیدہ" عبیدہ کے عین پر زبر اور باء کے نیچے زیر ہے (وفیات الاعیان صفحہ ۲۶۳)۔

[4] صاحب معجم المطبوعات العربیہ نے لکھا ہے کہ حسن، واسطہ میں [illegible] (جلد پنجم صفحہ ۹۴۲)

[5] رموز الفقراء صفحہ ۴۵۔ [6] المجالس الرفاعیہ صفحہ [illegible] [7] تواریخ الازد صفحہ ۱۲۱ البعث الاسلامی صفحہ ۹۲ الفتح المبین عن الوفیات صفحہ ۱۰۲ [8] بطائح، چند مجتمع مواضعات کا نام ہے جو واسطہ اور بصرہ کے درمیان آباد ہیں۔ وفیات الاعیان ۱۵۵ الفتح المبین عن شذرات الذہب صفحہ ۱۰۳ قرۃ الناظرین صفحہ ۳۰ الدر صفحہ ۲۹۸ سیرا صفحہ ۲۱۲

(صفحہ [illegible] کے حاشیے کا بقیہ) عباسی کو نصیحت کرتے بغداد تشریف لائے اور مالک بن مسیب عقیلی جن کا تعلق تعبر خلافت سے تھا انہی کے یہاں ٹھہرے۔ دربار خلافت پہنچ کر خلیفہ کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کرکے نصیحت فرمائی، لیکن جب آپ نے اس کے اثرات نہیں دیکھے تو مستقبل میں ہونے والا تھا اس کو محسوس کرکے آپ افسردہ ہوئے، اسی کیفیت میں بیمار ہو گئے، اس بیماری میں انتقال ہو گیا۔ سن وفات ۵۱۹ھ ہے۔ مالک بن مسیب کے قصور میں مدفون ہوئے۔ مالک نے قبر پر قبہ تعمیر کیا اور ایک مسجد بھی بنائی، یہ جگہ درگاہ سید سلطان علیؒ کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ کا لقب "سلطان العارفین" تھا لیکن عوام "سلطان" کہتے تھے پھر عوام خواص سبھوں نے "سلطان" ہی کے لفظ سے آپ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ (المجالس الرفاعیہ صفحہ ۱۶۳)

نشوونما

روزِ اوّل ہی سے آثارِ ولایت نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ آپ کی بہن بیان کرتی ہیں کہ

"میرے بھائی جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان میں کبھی دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، پہلے پہلے یہ خیال ہوا کہ شاید دودھ پلانے والی کو کوئی مرض ہو جس کی وجہ سے وہ دودھ نہ پیتے ہوں، دوسری عورت کو دیا، آپؒ نے اس کا بھی دودھ نہ پیا، اسی طرح چند عورتیں دودھ پلانے کی کوشش کرتی ہیں مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا ہاں مغرب کے بعد دودھ پینے لگے۔" ۱؎

ہوش کے زمانے کا حال صاحب رموز الفقراء آگے لکھتے ہیں:

"اور جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف بھی آپؒ نے بالکل توجہ نہ کی۔" ۲؎

جناب سید عزالدین احمد لکھتے ہیں:

فی زمن الطفولیۃ صاحب الاولاد لا تنط ۳؎ "بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کبھی لہو و لعب میں نہیں لگے۔" کھیل کود کے زمانے میں بجائے کھیل تماشے کے آپ مخلوق کی خدمت کرتے تھے۔

جناب سید عزالدین لکھتے ہیں:

یستقی لہم الماء ۴؎ "لوگوں کے گھر پانی بھر دیتے تھے۔"

جب آپؒ ساتویں سال میں داخل ہوئے تو آپؒ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد ماجد کی وفات ۵۱۹ھ میں ہوئی۔

کفالت و تربیت

والد ماجد کی وفات پر آپ کے ماموں شیخ منصورؒ بطائحی نے آپؒ کو اور آپؒ کے بھائیوں سید اسماعیل، سید عثمانؒ اور بہن سیدہ ست النسب اور والدہؒ ام الفضل فاطمہ انصاریہ کو اپنے قصبہ نہر دقلی بلا لیا اور ان کی کفالت و تربیت فرمائی۔ شیخ منصور بطائحی اپنے وقت کے عارف اللہ شیخ کامل تھے، حضرت رفاعیؒ میں آثارِ ولایت کو دیکھ کر آپؒ کی تربیت پر خصوصی توجہ اور عنایت فرمائی۔ حضرت رفاعیؒ کی نشوونما اور تربیت صوفیاء و علماء، صلحاء

۱؎ رموز الفقراء ص۵۱ ۲؎ ایضاً ۳؎ ۴؎ المعارف المحمدیہ ص

واتقیاء کی گود میں ان کی نگرانی اور سایہ میں ہوئی ہے۔

جناب سعید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں:

تربّی فی حجر صالح وتنشئة دینیة فی احضان الصالحین واصحاب النفوس الزکیة من العلماء والمشائخ [۱]

آپ کی تربیت دینی صالح ماحول، صلحاء و اتقیاء و مشائخ و علماء کی گود میں ہوئی:

تعلیم

حضرت رفاعیؒ نے چھوٹی سی عمر ہی میں شیخ عبد السمیع حربونی سے کلام اللہ شریف حفظ فرمایا پھر آپ کو واسط جو عراق کا مدینۃ العلم والعلماء تھا لے جایا گیا جناب سید فقیر اللہ شاہ رفاعی لکھتے ہیں:-

"کچھ دن بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب حکم واسط میں زبدۃ العلماء شیخ علی قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپؒ کو بھیج دیا گیا: [۲]

آپ نے شیخ علی واسطی ہی سے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ پڑھی [۳] صاحب البدایہ نے لکھا ہے کہ آپ نے اس کو حفظ تک فرما لیا تھا [۴]۔ شیخ علی واسطی کے علاوہ اور اساتذۂ فن جیسے شیخ ابو بکر واسطی سے آپ نے استفادہ کیا ہے تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مدینۃ العلم والعلماء واسط میں درس دیتے تھے۔ صاحب رموز لکھتے ہیں:-

بیس سال کی عمر میں آپؒ نے علوم عقلیہ و نقلیہ حدیث، تفسیر، فقہ، معانی، فلسفہ وغیرہ علوم اور فنون مروجہ میں قابل فخر درجہ حاصل کیا، آپ کے استاد محترم نے سند بھی عطا کر دی...... پھر آپؒ نے حصول سند کے بعد وہیں پر سلسلۂ درس و تدریس شروع فرمایا، لطفِ خداوندی اور طبیعت کے رجحان نے بہت جلد آپؒ کو اس فن کے کمال پر پہنچا دیا [۵]

باطنی استعداد

حضرت رفاعیؒ ولی پیدا ہوئے تھے، آپ کے وہبی عرفان، ولایت کو ہویدا دلالت کے لئے بچپنے کا ایک ہی واقعہ کافی ہے دراں حالیکہ ایسے دسیوں

۱؎ البعث الاسلامی ص ۹۵ ۲؎ رموز الفقراء ص ۳ ۳؎ لوائح الانوار جلد اول ص ۹۳ ۴؎ البدایہ والنہایہ جزو ۱۲ ص ۳۱۲ ۵؎ رموز ص ۴۳

واقعات پیش آئے، علامہ یافعی لکھتے ہیں:۔

بچپنے میں آپ شیخ علی بن قاری واسطی سے قرآن شریف کا درس لے رہے تھے، کسی صاحب نے شیخ علی واسطی کی دعوت کی، واسط کے مشائخ اور علماء بھی مدعو تھے، کھانے سے فراغت پر محفل سماع منعقد ہوئی، قوال دف کے ساتھ غزل سرا ہوا۔ شیخ علیؒ واسطی کے ساتھ سیدی احمدؒ بھی بحیثیت خادم تشریف لے گئے تھے۔ آپ استاد محترم کے جوتے دروازے کے ایک گوشے میں لئے بیٹھے تھے، محفل جمی ہوئی تھی، سامعین پر حال طاری تھا، شیوخ وجد میں تھے، اچانک گوشے سے حضرت رفاعیؒ قوال پر لپکتے ہیں اور دف کو پھوڑ دیتے ہیں، مشائخ و شرکاء شیخ علی قاری پر تیز نظر کرتے ہوئے شکوہ کرتے ہیں کہ بچے کی اس بے ادبی کا مطالبہ تم پر ہے شیخ علی مطمئن لہجہ میں فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ اسی سے دریافت کی جائے اگر وہ جواب نہ دے سکے تو مطالبہ مجھ پر۔

شیوخ و شرکاء سید احمد رفاعیؒ سے وجہ دریافت کرتے ہیں، سید احمدؒ فرماتے ہیں، بزرگو! اس کی وجہ خود قوال سے پوچھیو، کہ اس کے دل میں کیا وسوسہ گزرا ہے، اسی کا جواب آپ کے اطمینان کے لئے کافی ہے، چنانچہ قوال کی طرف توجہ کی جاتی ہے، وہ عرض کرتا ہے کہ کل رات ایک محفل میں شریک تھا، شراب کا دور چل رہا تھا، شرکاء محفل نشہ میں جھوم رہے تھے، آپ حضرات کے تواجد کو دیکھ کر دل میں گزرا کہ کل وہ بھی اسی طرح جھوم رہے تھے، ابھی یہ خطرہ پورا بھی نہ ہوا تھا، اتنے میں اس بچے نے دف توڑ دیا، قوال کے اس افشاء سے حالیہ جمیع شیوخ و شرکاء سید احمد کی دست بوسی کرتے ہوئے معذرت کرتے ہیں لے

ابتدائی حال

حضرت رفاعیؒ اپنا ابتدائی حال خود ارشاد فرماتے تھے کہ

لما مرت دانا صغیر علی • میرا گزر جب میں چھوٹا تھا

لے۔ روض الریاحین حکایت ۴۹۰ ص ۲۳۹

الشیخ عارف باللہ عبد الملک الخرقونی اوصانی وقال لی یا احمد احفظ ما اقول لک فقلت نعم فقال ما تفقت لایصل ومن لم یعرف من نفسہ النقصان اوقاتہ نقصان فخرجت من عندہ وجعلت اکررھا سنۃ ثم رجعت الیہ فقلت لہ اوصنی فقال ما اتبع للجہل بالالباب والعلۃ بالاطباء والجفاء بالاحباء ثم خرجت رجعت اردد ھا سنۃ فانتفعت بموعظۃ [1]

شیخ عارف باللہ عبد الملک خرقونی پر ہوا انہوں نے فرمایا اے احمد! جو کہوں یاد رکھو، عرض کیا ضرور یاد رکھوں گا، فرمایا "بے اتفاقی کرنے والا واصل نہیں ہوتا اور متشکک کو فلاح نہیں، جو اپنے حال کی نگہداشت نہ کرے اس کے سب اوقات ناقص ہیں" میں اس نصیحت کو سال بھر دہراتا گیا، ایک سال کے بعد حاضر ہوا اور عرض کیا، کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں، فرمایا "عقلمندوں کے لئے جہالت، طبیبوں کے لئے بیماری، اور دوستوں کیلئے ظلم بہت نامناسب ہے"۔ اس نصیحت کو بھی سال بھر دہراتا رہا، ان نصائح سے بہت منتفع ہوا۔

اجازت وخلافت

اپنی تعلیمی مشاغل اور درس وتدریس کے انہماک کے ساتھ روح کی تربیت، نفس کے تزکیہ، اخلاص وللّٰہیت، دوامِ ذکر، حضورِ قلب کی حفاظت ونگہداشت کی طرف متوجہ رہے، جب آپؒ نے طریقت ومعرفت کے مدارج طے کرلئے تو شیخ منصور بطائحیؒ اور شیخ علی قاریؒ دونوں کی طرف سے آپؒ کو خلافت واجازت ملی، ان حضرات کے علاوہ اور دیگر شیوخ نے بھی اپنی طرف سے آپؒ کو اجازت دی ہے۔

صاحب المجالس الرفاعیہ لکھتے ہیں۔

لسیدنا الرفاعیؒ خمس بیعات اخذھا عن اکابر صوفیۃ وقتہ لبس الخرقۃ عنھم [2]

"اپنے وقت کے پانچ اکابر صوفیہ سے سیدنا رفاعیؒ کو اجازت حاصل ہوئی اور آپؒ نے خرقہ زیب تن فرمایا"

شجرۂ خلافت

شیخ منصور بطائحیؒ اور شیخ علی قاریؒ کے شجرۂ خلافت کو یہاں نقل کیا جاتا ہے، تاکہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نسبت عالیہ کو حضرت رفاعیؒ تک پہنچانے والے امینوں، محافظوں کے اسمائے گرامی سے واقفیت ہو۔

---

[1] لواقح الانوار صـ ۱۲۰ [2] المجالس الرفاعیہ صـ ۲۳

شیخ منصور بطائحیؒ کا واسطہ ـــــ سیدنا سید احمد کبیر رفاعیؒ عن الشیخ منصور البطائحیؒ وہو عن والدہ الشیخ یحیی الانصاری عن ابیہ الشیخ موسیٰ ابی سعید الانصاری عن ابیہ الشیخ کامل عن ابیہ الشیخ یحیی الکبیر عن ابیہ الشیخ ابی بکر موسیٰ الانصاری عن الشیخ جنید البغدادی عن الشیخ سری السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائیؒ عن الشیخ حبیب العجمی عن الشیخ حسن البصری عن امیر المومنین سیدنا علی عن سید الکونین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ۱؎

شیخ علی قاری کا واسطہ ـــــ سیدنا سید احمد الکبیر الرفاعیؒ عن الشیخ علاؤ الدین علی القاری الواسطی وہو عن ابی الفضل الشیخ محمد بن کامخ عن الشیخ ابی بکر الشبلی عن الشیخ ابی القاسم جنید البغدادی عن الشیخ سری السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائی عن الشیخ حبیب العجمی عن الشیخ ابی سعید حسن البصری عن امیر المومنین سیدنا علی عن سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲؎

عدیم المثال شجرہ

اپنے ماموں، اور پیر و مرشد حضرت شیخ منصور بطائحیؒ کی طرف سے شجرۂ خلافت میں، نسبت خلافت، حضرت شیخ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک "پشت بہ پشت" چلی ہے۔ اور اپنے استاد و مربی شیخ علاء الدین علی قاریؒ کی طرف سے شجرۂ خلافت میں، نسبت خلافت، حضرت شیخ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک ہے لیکن اس میں صرف دو ہی درمیانی واسطے ہیں اور دو دوسرا درمیانی واسطہ بھی خود حضرت شبلیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ کا ہے۔

شجرہ کی یہ دونوں خصوصیات، نہایت عظیم اور نہایت بلند ہیں، یہ دونوں نسبتیں آفتاب کی درخشانی اور مہتاب کی تابانی سے زیادہ حضرت سیدنا رفاعیؒ کے قلب و روح پر اثر انداز ہیں اور یہ مبارک اثر مسلسل بہ سلسلہ رفاعی خلفاء و فقراء میں چلا آرہا ہے اور تا قیامت انشاء اللہ برابر جاری و ساری رہے گا

سلوک کی آخری منزل

دوام ذکر، حضور قلب کی حضرت رفاعیؒ نے بڑی نگہداشت و حفاظت فرمائی، منازل سلوک طے کرنے کے لئے بڑے مجاہدے فرمائے اللہ تعالیٰ نے آخر میں وہ مقام عطا فرمایا کہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔

علامہ شعرانی کہتے ہیں، کہ حضرت رفاعیؒ مقامات و اطوار سے گزر چکے تھے:

انہ تعدی المقامات و الاطوار ۳؎

۱؎ المجالس الرفاعیہ ص۲۲ ۲؎ روضہ ص۱۶ ۳؎ لواقح ص۱۴۳

آپؒ کا مرتبہ و مقام آپؒ کے مربی و استاد شیخ علی قاری کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے:۔

لولا سر الامتثال لاخذت عنه ولاريب انا شيخه في الصورة وهو شيخي في المعنى ¹ .

" اگر " سرِ امتثال " نہ ہوتا تو میں سید احمدؒ سے بیعت ہوتا، بلاشبہ میں ان کا صورۃً شیخ ہوں مگر حقیقۃً وہ میرے شیخ ہیں۔"

ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

السيد احمد سلك الى الله طريقا اتعب به السالكين واخرس الستة المتكلمين واقعد في ديوان التفتيش المحمدي اهل الدعوى اذل نفسه فعززه اخرها فقدم وطمس انانيته استراق النفس والسمع فصار نورا يستضاء به وجبلا ابق يلتجاء اليه وانه لوجيه الوجيه عند الله ورسوله نحن اشياخه بالاسم وهو شيخنا الوقت بالحكم ²

" سید احمدؒ طریق الی اللہ کے لئے ایسا راستہ چلے ہیں سالکین اس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں، اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو زبانیں ساتھ نہ دیں، سید احمدؒ نے اپنے نفس کو ذلیل کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو معزز کر دیا، انہوں نے اپنے نفس کو مؤخر کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم فرمایا، انہوں نے اپنی انانیت کو دبا دیا اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو منور فرمایا دوسرے نور پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو پہاڑ بنایا لوگ اس کی پناہ لیتے ہیں، آپ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بڑے وجاہت والے ہیں، ہم ان کے شیخ ضرور ہیں مگر رسمی طور پر ورنہ درحقیقت وہ ہمارے شیخ ہیں۔"

وصفِ عالی

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری جسمانی کمالات اور حسن عطا فرمایا تھا۔

حضرت رفاعیؒ درمیانی قد کے تھے رنگ گندمی چمک لئے ہوئے، چہرہ گول نورانی، بال سیاہ سینہ پر بالوں کی لکیر تھی، پیشانی کشادہ تھی، آنکھیں سرمگیں، ہونٹوں پر تبسم رہتا، جب کلام فرماتے تو دل موہ لیتے اور جب سکوت فرماتے تو ہیبت طاری ہو جاتی۔

---

¹ المجالس الرفاعیہ ص ۲۳ ² المجالس الرفاعیہ ص ۲۳

سفید لباس زیبِ تن فرماتے تھے، اُونی خف بھی سفید ہی ہوتا، عمامہ گاہے سفید ہوتا، گاہے سیاہ، چاول کی روٹی اور کبھی گیہوں کی بھوسی کی روٹی، اور اکثر لنگر خانے کے دسترخوان کا بچا کچا نوش فرماتے، چھنے آٹے کی روٹی کبھی کھانے کی نوبت نہیں آئی اور کھانے کا معمول صرف ایک روٹی کا تھا ہمیشہ دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں سے روزہ کھولتے، کھانے میں وہی دسترخوان کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر نوش فرماتے، صبح و شام آپؒ کے دسترخوان پر کم و بیش بیس ہزار مہمان ہوتے تھے، گاہے اُن کی تعداد لاکھ تک پہنچ جاتی، سب کی مہمانی فرماتے، آپؒ کی جائیداد اور آپؒ کے باغات امراء و وزراء و حکام کی جائیدادوں سے کسی طرح کم نہ تھے، مگر سب خانقاہ پر وقف تھے، ان کی آمدنی کو اپنی ذات پر کبھی خرچ نہ فرمایا! ان کے ذمہ دار منتظمین بھی خدام ہی تھے، حساب کتاب تک حضرت والا نہیں لیتے تھے۔ ۱؎

خُلقِ عظیم — طبیعت مسکین تھی، مگر کوئی نظر بھر آپؒ کو دیکھ نہیں سکتا تھا، سینہ ہر ایک کے لئے کشادہ تھا، ہمیشہ متفکر، غمزدہ سے رہتے، کبھی آپؒ کو کسی نے ہنستا ہوا نہیں پایا، چہرے پر تبسم رہتا، رقیق القلب تھے، اسی لئے گریہ جلد طاری ہو جاتا۔

دنیا کو حقیر سمجھتے تھے، کسی درجہ میں بھی دنیا آپؒ کو تعیش و تکلف کی طرف متوجہ نہ کر سکی، مُبتدعین پر نہایت سخت تھے، اہلِ حق کے لئے بہت ہی نرم مثل ابریشم، آپؒ کا گفتار و کردار ایک تھا، آپؒ بادل کی طرح سراپا نافع تھے، آپؒ کا عمل اور کلام للّٰہ فی اللّٰہ ہوتا تھا، مساکین، فقراء ناداروں میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے اور ان کے درمیان اپنے لئے کوئی امتیاز گوارا نہ فرماتے، لنگر خانے تشریف لاتے اور خدام کی ہمت افزائی فرماتے اور للّٰہ فی اللّٰہ مہمانوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے شیطان کسی کام للّٰہ فی اللّٰہ ہونے نہیں دیتا، ان مہمانوں سے خدا کے واسطے محبت کرو اور خدا کے واسطے ان کی خدمت کرو۔

امراء حکام کی تعظیم میں آپؒ کھڑے نہیں ہوتے تھے، اللہ پاک نے آپؒ کے کلام سے دین و شریعت کی بڑی تائید فرمائی، آپ کا عمل جادۂ شرع شریف کے مطابق، آپؒ کی زبان شریعت کے گن گانے والی تھی ۲؎

۱؎ المجموعۃ الصغریٰ ص۶   ۲؎ الباس الرفاعیہ ص۲۵ المجموعۃ الصغریٰ ص۶

زیارتِ حرمین شریفین

حضرت رفاعیؒ نے ۵۵۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرمایا، یہ آپؒ کا پہلا حج تھا، جب حج کے فریضے سے فراغت پائی تو اپنے جدِ اعلیٰ صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے مشتاقانہ چلے، جب مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو جوتا نکال دیا ننگے پیر روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے۔

روضۂ اطہر پر حاضری

قبرِ اطہر کے پاس مواجہ شریف میں قبلہ رو کھڑے عرض پرداز ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدِّیْ (اے دادا جان! آپ پر سلامتی ہو)۔

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ بیان کرتے ہیں۔

"چوں کہ آپؒ سید تھے اس لئے سلام کا صیغہ یہ اختیار فرمایا"[۱] جواب مسموع ہوا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ (اے بیٹے، تم پر بھی سلامتی ہو)

اس جواب گرامی پر آپؒ کو وجد آیا، آپ پر گریہ طاری ہوگیا، بے ساختہ والہانہ طور پر آپؒ نے ایک رباعی پڑھی:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا

تقبل الارض عنی وھی نائبتی

ھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

(دوری مہجوری کی حالت میں اپنی روح کو روضۂ اطہر بھیجتا تھا، کہ میری نائب بن کر آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے، اب اصالۃً حاضری کا موقع ملا ہے، اپنا دستِ مبارک عنایت فرمائیے تاکہ اس کا بوسہ لے کر یہ ہونٹ لطف اندوز ہوں)

تقبیلِ یدِ مبارک

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ بیان کرتے ہیں:۔ فوراً قبرِ شریف سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا، جس سے تمام مسجد منور ہوگئی[۲]

جناب سید عز الدین لکھتے ہیں:۔

---

[۱] تسہیل المواعظ جلد دوم ص ۱۵۰ [۲] الکلام الحسن ص ۱۳۵

كان ذلك بعد صلاة العصر يوم الخميس [1]

"دن پنجشنبہ اور وقت عصر کا تھا۔"

جناب سیّد محمود سامرائی رفاعی لکھتے ہیں :-

فقبلها على مشهد عظيم من حجاج ذلك العام [2]

"حاضرین حجاج کی بڑی تعداد کے روبرو آپؒ نے دست بوسی کی۔"

صاحب المجموعۃ الصوفیہ لکھتے ہیں :-

قبلها في ملاء من تسعين الف رجل والناس ينظرون يد النبي صلى الله عليه وسلم ويسمعون كلامه [3]

"آپ نے نوّے ہزار حاضرین کے سامنے دست بوسی کی اور لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازِ مبارک کو سن رہے تھے۔"

صاحب رموز لکھتے ہیں :-

"اس وقت روضۂ مقدس پر تقریباً نوّے ہزار عاشقانِ جمالِ محمدی دستِ اتحاد الٰہی حاضر تھے" [4]

اکابر شیوخ کی موجودگی

حاضرین میں وقت کے اکابر صوفیہ اور علماء موجود تھے۔ مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ عدی بن مسافرؒ، شیخ حیوٰۃ بن قیسؒ، شیخ علی بن خمیسؒ، شیخ علی طبریؒ، شیخ احمد بن محمود ربیؒ، شیخ عبدالرزاق بن احمد حسینی واسطی، شیخ احمد زاہد انصاری ابن شیخ منصور بطائحیؒ، امیر اسدالدین شیرکوہ، شیخ شریف حسن بن محمد حسینی، شیخ عبدالسمیع ہاشمی واسطی۔

کمالِ بندگی

شیخ عبدالسمیع ہاشمی واسطی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

فلما أن وقت انصراف جمعه من الحضرة النبوية اضطجع بباب الحرم واقسم على الناس ان يدوس كلهم عنقه فكانت العامة تتخطى عنقه المبارك

"جب واپسی کا وقت قریب ہوا تو آپؒ روضۂ اقدس کی دہلیز پر لیٹ گئے اور حاضرین کو قسم دے دی کہ میری گردن پر سے باہر نکلیں، عوام نے تو ایسا ہی کیا، مگر خواص دوسری طرف سے نکل گئے، یہی حضرت

---

[1] المعارف المحمدیہ صفحہ ۳۲ [2] البالی ماغایہ صفحہ ۲۶ [3] المجموعۃ الصوفیہ صفحہ [4] رموز الفقراء صفحہ ۵۹

والحاصة النصر نوامن ابواب اخری — حضرت رفاعیؒ کے پاس ای تعداد دروازے تھے اور
وکنت لدیه وهو بیکی ویقول زدنی — قرار ہے تھے یا اللہ میرے ایمان اور تیری معرفت اور
ایمانا ومعرفة بك ونبیك ۱؎ — تیرے نبی کی پہچان میں اضافہ فرما:

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ بیان کرتے ہیں:۔

"یہ انہوں نے جاہ کا علاج کیا" ۲؎

کرامتِ عظمیٰ

سرورِ عالم کی دست بوسی کو تذکرہ نویسوں نے حضرت رفاعیؒ کی عظیم کراماتوں میں شمار کیا ہے، اس پر امام سیوطی، شیخ عبدالکریم رافعی، شیخ ابراہیم کازرونی بکری، علامہ محمود آلوسی، جناب سید ابوالہدیٰ صیادی نے مستقل رسالے تصنیف کئے ہیں اور شعراء نے اس پر طویل قصائد کہے ہیں۔

شیخ عبدالقادر طبری کہتے ہیں کہ اس مرتبہ کو آپ کے علاوہ کسی ولی نے نہیں پایا۔

هذه رتبة رقاها الرفاعی — لم ینلها من الرجال سواه
هو فی الاولیاء قطب رحاهم — وقدس الله اسراره وحباه

شیخ سراج الدین رفاعی کہتے ہیں کہ حضرت رفاعیؒ کی مدح کے لئے یہ واقعہ کافی ہے۔

لقد مدح الغوث الرفاعی الله — وما اعتنی بعد ان قبل الیدا
ومن شرف الارث الصریح لذاته — من ذکره ولا یذکرون محمدا

کوئی کہتا ہے کہ آپؒ کے شرف و فضل کے لئے یہ واقعہ کافی ہے۔

کفی الرفاعیؒ شرفا — تقبیل کف المصطفیٰ
فلا تحد عن بابه — وخذه شیخا کفیٰ

۱؎ المعارف المحمدیہ ص۴۹ ۲؎ الکلام الحسن ص۲۳۵

وفات

علامہ ابن جوزیؒ "العبر باخبار من الغبر" میں لکھتے ہیں :۔

ان سبب وفاته ابیات انشدت
بین یدیه تواجد عند سماعها
کان سبب مرضه الذی مات فیه
وکان المنشد لها الشیخ عبد الغنی
بن نقطه رحمه اللہ :۔
اذا جن لیلی هام قلبی بذکرکم
انوح کما ناح الحمام المطوق [۳]

آپؒ کی وفات کا سبب چند اشعار کا سماع ہے ان
اشعار پر وجد آیا، اسی سے طبیعت خراب ہوئی۔ اسی میں
انتقال ہوا، اشعار شیخ عبد الغنی بن نقطہ سنا رہے تھے
اور یہ اشعار خود حضرت رفاعیؒ کے تھے جس کا ایک شعر ہے :
اذا جن لیلی هام قلبی بذکرکم
انوح کما ناح الحمام المطوق

علامہ عبد الوہاب شعرانی اس مرض کا حال لکھتے ہیں :۔

---

[۳] بحوالہ الفتح المبین صفحہ ۱۰۴

قال خادمه الشيخ يعقوب لما مرض سيدنا احمد الرفاعي مرض الموت قلت له تجلى العروس في هذه المرة قال نعم قلت له لماذا فقال جرت امور اشتريناها بالارواح وذلك انه اتين على الخلق فتحملته وشريته بما بقي من عمري فباعني وكان يمرغ وجهه وشيبته على التراب ويبكي ويقول العفو العفو ويقول اللهم اجعلني سقف البلاء على هولاء الخلق وكان مرض سيدنا الرفاعي بالبطن فكان يخرج منه كل يوم ما شاء الله فبقي المرض بالشيخ شهرا فقيل له من اين لك هذه الكلمة ولك عشرون يوما لا تاكل ولا تشرب فقال يا اخي هذا اللحم فيدفع ويخرج ولكن قد ذهب اللحم وما بقي الا المخ اليوم يخرج وغدا ينعبر على الله تعالى فخرج منه شيئ ابيض مرتين او ثلاثا ثم انقطع۔ ۱؎

آپؒ کے خادم شیخ یعقوب بیان کرتے ہیں کہ جب آپؒ مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے، تو میں نے عرض کیا کہ اس مرتبہ تجلی ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمایا چند باتیں تھیں جن کو ہم نے روح کے بدلے خرید لیا منجملہ ان کے ایک یہ چیز تھی کہ مخلوق خدا پر ایک بلائے عظیم آنے والی تھی، اس کا میں نے سب کی طرف سے تحمل کر لیا، اور اپنی بقیہ زندگی دے کر اس کو خرید لیا، یہ آپؒ فرما رہے تھے اور آپؒ کا چہرہ متغیر ہو، با اتفا، زمین پر رکھے آپؒ گریہ فرمانے لگے، اور عرض کرنے لگے اے اللہ! معاف کر اور مجھ کو بلاؤں کے لئے چھت بنا دے اور خلق کو ان سے محفوظ رکھ۔

حضرتؒ کو دست آنے لگے، دست کا سلسلہ ماہ بھر رہا، لوگوں نے عرض کیا کہ آپؒ نے بیسؒ دن سے کچھ کھایا پیا نہیں، پھر بھی دست جاری ہیں، فرمایا یہ گوشت گل کر نکل رہا ہے اب گوشت بھی ختم ہو رہا ہے، صرف گودا باقی ہے کل لقاء کا دن ہے۔ پھر آپؒ کے بطن سے ایک سفید چیز دو تین بار خارج ہوئی پھر بند ہو گئی۔

بروز پنجشنبہ بوقت ظہر ۲؎ ۱۲؍جمادی الاولیٰ ۳؎ ۵۷۸ھ ۴؎ میں ۶۶ سال ۶ ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔

۱؎ لواقح الانوار ص۱۲۳ ۲؎ المجالس الرفاعیہ اور رموز الفقراء میں "وقت عصر" ہے۔ ۳؎ صاحب رموز اور المجالس الرفاعیہ ۲۲ جمادی الاولیٰ لکھا ہے۔
۴؎ علامہ شعرانی نے ۵۷۰ھ لکھا ہے، لواقح الانوار ص۱۲۳ صاحب نور الابصار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

آخری کلام

آپ کا آخری کلام اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تھا۔ تاریخ وفات للہ جاء سر الوہب [1] [2]

شیخ سراج الدین رفاعی نے تاریخ وفات مع ولادت و عمر ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

ولادتہ بشری اللّٰہ وجاءت بشری اللّٰہ بالقرب الزلفی [3]

ولادت ۵۱۲ھ عمر ۶۶ ۵۷۸ھ وفات

مبارک رخصتی

صاحب رموز الفقراء لکھتے ہیں:

"آپ کی وفات کی خبر فرشتۂ غیب نے اطراف و نواح میں کر دی۔ لوگ آخری زیارت اور نماز جنازہ کی شرکت کے لئے ام عبیدہ میں جمع ہوگئے، بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت تقریباً نو لاکھ مرد اور عورت کا مجمع تھا، بعد نماز آپ کے وجود اطہر کو ام عبیدہ کی خانقاہ ہی میں سپرد خاک کیا گیا۔ اسی میں آپ کے نانا شیخ یحییٰ انصاری کا مزار ہے [4]

آپ کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے [5]۔ ہمیشہ زائرین سے آباد رہتی ہے [6]

---

[1] الدر المنتظم ص٣١١ لواقح ص١٢٣ الفتح ص١٠٣ البیان المشید ص١ مرآۃ الجنان جلد سوم ص٣٠٩ قرۃ الناظر ص٥٦ الجوہرۃ العصری ص٨ المجالس الرفاعیہ ص٢٥

[2] الجوہرۃ العصری ص٨ [3] رموز الفقراء ص١٩

[4] رموز الفقراء ص٩٦ [5] المجالس الرفاعیہ ص٢٥ [6] خلاصہ تحفۃ النظار ص٢٣

بحیثیتِ

منصورٌ مِنَ اللّٰہ

کرامات کی حقیقت

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

بالرغم من ان الکشوف والکرامات لا تعد جزءً من الولایة والقبول ولا دلیلها وقد اوضح المحققون فقالوا "الاستقامة فوق الکرامة" وهی قضیة لا تقبل الجدل ولکن الحقیقة ان الله تعالیٰ ینعم علی کثیر من عباده المخلصین بهذه النعمة فتظهر من ایدیهم والسنتهم وقائع تؤید قبولهم ووجاهتهم عند الله والناس وقد اتفق اهل السنة علی ان کرامات الاولیاء حق وتؤید ذلک بعض الوقائع والشواهد فی الکتاب والسنة ایضا۔ [1]

"کشف وکرامات نہ ولایت وقبولیت کا جز ہیں نہ ان کی دلیل، محققین نے وضاحت کی ہے کہ دین متین پر "استقامت" کا رتبہ "کرامت" سے بہت بلند ہے، اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے مخلص بندوں کے ہاتھوں خرقِ عادت چیزوں کو صادر فرماتے ہیں تاکہ ان کے عند اللہ مقبول ہونے پر دلیل اور لوگوں میں وجاہت کا سبب ہوں، اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، کتاب وسنت اسکی تائید میں ہیں:"

حضرتِ رفاعی کی بڑی کرامت

حضرت رفاعیؒ کی سب سے بڑی کرامت دین وشریعت پہ استقامت ہی ہے اور شریعت وطریقت کو توازن سے نصف صدی تک نبھانا ہے جو ہر ایک کے بس کا نہیں ہے"

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

لیکن اس کے باوجود خرقِ عادت بھی بہت ساری چیزیں آپؒ سے صدور پذیر ہوئیں چنانچہ

---

[1] رجال الفکر والدعوۃ جلد اول

علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں :۔

..... اهل الکرامات الباهرة[1] "حضرت رفاعیؒ کھلی کرامات ہیں"

جناب سید الرحمٰن صاحب ندوی لکھتے ہیں :۔

اما کراماته فهي کثیرة من غیر شك[2] "بلاشبہ آپؒ کی کرامات بہت ہیں"

نمونہ کے طور پر دو چار کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :۔

کرامات

(۱) آپؒ کی متواتر کرامات میں سے آپؒ کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ۵۵۵ھ میں حج سے فراغت کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری کے موقعہ پر دستِ مبارک کو نوے ہزار زائرین کے سامنے بوسہ دینا ہے اور کلام کرنا ہے، جس کو پورے مجمع نے دیکھا اور سنا ہے۔[3]

(۲) علامہ شعرانی اور دیگر تذکرہ نویسوں نے آپؒ کی کرامات میں لکھا ہے کہ حضرت رفاعیؒ جب وعظ کے لئے کرسی پر تشریف رکھتے اور خطاب شروع فرماتے تو آپؒ کی آواز دور تک پہنچتی تھی۔ "ام عبیدہ" کی متصل آبادی بھی اپنے گھروں کے صحن میں بیٹھے تقریر سنتی اور سمجھتی تھی۔[4]

(۳) علامہ یافعی اور جناب محمد علی قلندر وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپؒ نورانی تحریر پڑھتے اور لکھتے تھے۔ تعویذ کوئی مانگتا تو آپؒ کاغذ اٹھا کر اس پر بلا روشنائی لکھ دیتے، ایک شخص امتحان کی غرض سے اُس سادہ کاغذ کو ایک مدّتِ دراز کے بعد لے کر حاضر ہوتا ہے، کہ اس پر تعویذ لکھ دیجئے، حضرتؒ کاغذ دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اس پر تعویذ لکھی ہوئی ہے۔[5]

(۴) صاحبؒ "قرة الناظر" اور صاحب "الدر المنظم" حضرت رفاعیؒ کے بھانجے شیخ ابوالحسن علی کی روایت نقل کرتے ہیں :۔

"آپؒ کے بھتیجے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کے خلوت خانے کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، خلوت خانے میں اُس وقت آپؒ کے علاوہ کوئی نہیں

---

[1] طبقات الشافعیة الکبری جلد ۳ ص ۴۰ [2] البعث الاسلامی ص ۹۲ [3] رموز ص ۵۲، المجالس الرفاعیہ ص ۲۶ [4] لواقح الانوار ص ۱۲۱، المجالس الرفاعیہ ص ۲۷ [5] روض الریاحین ص ۲۳۸، الدر المنظم ص ۳۰۳

تھا اتنے میں اچانک میں نے محسوس کیا، کہ آپؒ کے پاس کوئی آیا ہے، جھانک کر دیکھا تو ایک شخص بیٹھا ہوا آپؒ سے باتیں کر رہا ہے، دیر تک باتیں ہوا کیں، اس کے بعد وہ شخص مکان کی دیوار میں سے پار ہو کر نکل گیا، اندر حاضر ہو کر میں نے آپؒ سے عرض کیا کہ یہ کون تھا، آپؒ نے دریافت فرمایا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا، میں نے کہا ہاں، فرمایا وہ شخص قطب بحر محیط کا محافظ تھا اور خواص و مقربین میں سے تھا، تین راتوں سے وہ مہجور ہے، مگر اس کو معلوم نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مہجور کیوں ہے؟ آپؒ نے فرمایا وہ جزیرہ بحر محیط میں مقیم ہے، اور وہاں تین راتوں سے پانی برس رہا ہے اس کے دل میں گزرا کہ اگر یہ پانی آبادی میں برستا تو خوب ہوتا، اس خیال کے بعد اگرچہ اس نے استغفار کیا، مگر اس اعتراض کی وجہ سے مہجور ہو گیا، تب میں نے کہا کہ آپؒ نے اس سے یہ کہہ بھی دیا، فرمایا نہیں، مجھے اس سے یہ کہتے شرم آئی، میں نے کہا اگر فرمائیے تو میں اس سے کہہ دوں، آپ چپ ہو رہے، پھر فرمایا گریبان میں سر ڈالو، میں نے تعمیل کی، اس وقت میں نے ایک آواز سنی کوئی کہتا ہے کہ سر اٹھاؤ میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ میں جزیرہ میں ہوں، متحیر ہوا کہ کہاں آ گیا، پھر ٹہلنے لگا، اتنے میں میں نے اس شخص کو دیکھا، میں نے بڑھ کر سلام کیا اور سب حال کہہ سنایا، اس نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا ایک کام ضرور کر دیں، میں نے کہا ضرور کروں گا، اس نے کہا کہ میری گردن میں کپڑا لپیٹ کر منہ کے بل مجھ کو گھسیٹو اور پکارو کہ یہ سزا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے والے کی ہے، میں اپنے وعدہ کی وجہ سے اس کی گردن میں کپڑا ڈال کر گھسیٹنا چاہا، اسی وقت میں نے کسی کہنے والے کو سنا، اے علی! اس کو چھوڑ دو، ملائکہ اس کے واسطے گریہ کرتے ہوئے استغفار کر رہے ہیں اور اللہ پاک اس سے راضی ہو گئے ہیں۔

پھر مجھ پر ایک گھڑی غنودگی طاری ہوئی، جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو مامون جان کے خلوت خانے میں پایا؛ [1]

---

[1] قرۃ الناظر حکایت ۵۲۹ ص ۵۳۔ الدر المنظم ص ۳۰۸

عملی نمونہ

حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی متحرک زندگی کے یہ چند گوشے تھے اور آپ کے دینی معمولات، اخلاق و عادات کے چند نمونے تھے، آپ کے بارے میں جو کہا گیا تھا، اُن کی طرف یہ چند اشارے تھے جو آپ پر لکھا گیا تھا۔ آپ کی خصوصیات و امتیازات، آپ کے اوصاف و کمالات میں سے چند کی نشاندہی تھی جو اس مختصر تذکرے میں پیش ہوئی۔

حضرت رفاعیؒ کی زندگی، اور زندگی کا گوشہ گوشہ تعمیری و اصلاحی پہلو لئے ہوئے تھا، بلاشبہ آپ اُمت کے معمار اور ملت کے مرشد اور قوم کے قائد تھے۔

مطالبہ اُمتِ مسلمہ ایسے معماروں و مرشدوں اور قائدوں سے نوازی جاتی رہی ہے۔ انشاء اللہ نوازی جاتی رہے گی، سوال تو ایسی ہستیوں کو اپنا راہبر و راہنما بنا کر ان کی اتباع اور پیروی کا ہے۔

مراجع کتب

(۱) البعث الاسلامی: شمارہ ۶، جلد ۱۶، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یو پی۔

(۲) البدایۃ والنہایۃ: جزء ۱۱، مؤلفہ مؤرخ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر۔
مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر۔

(۳) البنیان المشید: مترجم جناب ظفر احمد تھانوی، صدیق بکڈپو، امین آباد لکھنؤ سے ۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔

(۴) تسہیل المواعظ: مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی

(۵) خلاصۂ تحفۃ انتظار: مترجم جناب عبد الرحمٰن خان صاحب، مکتبۂ برہان دہلی۔

(۶) الدرر المنتظم فی مناقب غوث الاعظمؓ: جلد اول جناب محمد علی قلندر کاکوروی۔

(۷) رجال الفکر والدعوۃ: جلد اول، مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی، دار القلم کویت۔

(۸) رموز الفقراء: شاہ قادری سید فقیر اللہ رفاعی، فیروز بکڈپو، بنگلور

(۹) روض الریاحین فی حکایات الصالحین: علامہ ابو محمد عبد اللہ ابن سعد یافعی یمنی۔
مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۰) روح المعانی: جلد پنجم سید محمود آلوسی، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

(۱۱) زبدۃ الاسرار وزبدۃ الآثار: محدث عبد الحق دہلوی، مطبع ایک شلنگ کمپنی نے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔

(۱۲) السیف الماضی فی انساب واوراد السید الغوث الکبیر الرفاعی:
مرتبہ سید ابراہیم آفندی راوی رفاعی دوسرا ایڈیشن کویت سے ۱۳۹۰ھ میں شائع ہوا۔

(۱۳) شرح حزب الوسیلۃ: جناب حبیب اللہ بن عبد اللہ استنبول سے ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوئی۔

(۱۴) الطریقۃ الرفاعیۃ: جناب سید محمد ابو الہدیٰ صیادی رفاعی مطبعۂ دار البصری بغداد سے ۱۳۹۸ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۵) الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ: جلد ۴ علامہ تاج الدین ابن سبکی

(۱۶) الفتح المبین فیما یتعلق بتریاق المحبین: جناب ابوالظفر سید ظہیر الدین قادری مطبعۃ الخیریۃ المنشاۃ بجمالیہ مصر سے پہلا ایڈیشن سنہ ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔

(۱۷) قرۃ الناظر فی ترجمۃ خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب السید عبد القادر و جماعۃ من الشیوخ الاکابر: جناب ذوالفقار احمد سہارنپوری مطبع سلطانی بھوپال سے سنہ ۱۳۰۰ھ میں شائع ہوئی۔

(۱۸) الکلام الحسن: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔

(۱۹) لواقح الانوار فی طبقات الاخیار: جلد اول علامہ عبدالوہاب شعرانی مطبع عامرہ شرفیہ مصر سنہ ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوئی۔

(۲۰) مقالات احسانی: جناب سید مناظر احسن گیلانی ادارہ مجلس علمی کراچی سے سنہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔

(۲۱) معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ: جزء ۲ یوسف الیان سرکیس مطبع سرکیس مصر سے سنہ ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔

(۲۲) المجموعۃ الصغریٰ للفوائد الکبریٰ (۱- البرهان المؤید ۲- عنوان التوفیق فی آداب الطریق ۳- الکوکب المتلالی شرح قصیدۃ الامام الغزالی) مکتبہ ربیع حلب سے دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔

(۲۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان: جزء ۳ علامہ ابن سعد یافعی، دائرۃ المعارف حیدرآباد سے سنہ ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی۔

(۲۴) المجالس الرفاعیۃ: جناب سید محمود سامرائی رفاعی، پہلا ایڈیشن مطبوعۃ الارشاد بغداد سے سنہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

(۲۵) نزھۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدی عبد القادر: ملا علی بن سلطان محمد القاری استنبول سے سنہ ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوئی۔

(۲۶) وفیات الاعیان فی انباء ابناء الزمان: جزء اول، مورخ ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان مکتبہ نہضہ قاہرہ مصر سے پہلا ایڈیشن سنہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔

تعارفِ شخصیات

"تذکرہ" میں جن کتابوں کا ذکر آیا ہے۔

(۱) بستان العارفین للنووی
(۲) بحر الانساب
(۳) بہجۃ الاسرار
(۴) البیہقی
(۵) البراہین
(۶) الترغیب والترہیب
(۷) تحفۃ الاولیاء
(۸) جلاء الصداء لاحمد بن جلال
(۹) خلاصۃ الاکسیر فی نسب الغوث الرفاعی
(۱۰) شفاء الاسقام
(۱۱) عبر باخبار من الغبر لابن جوزی
(۱۲) عجائب واسط لابن المہذب
(۱۳) طبرانی
(۱۴) شذور الذہب لابن العماد
(۱۵) قلائد الجواہر
(۱۶) نفحات الانس من حضرات القدس للجامی
(۱۷) نور الابصار
(۱۸) النظام الخاص لاہل الاختصاص لسیدنا الرفاعی
(۱۹) نزہۃ البساتین
(۲۰) منتہی الادب

قرآن شریف اور صحیحین

فہرستِ ابواب و عناوین

بحیثیتِ معلم و مدرس

بحیثیتِ مزکی و مربی

بحیثیتِ واعظ و خطیب

بحیثیتِ ذاکر و عابد

بحیثیتِ شاعر و سخن ساز

از ص ۵۳ تا ص ۵۵

طبعی مناسبت۔ وجدانی شاعری۔ آپؒ کا کلام

بحیثیتِ مردِ مؤمن

از ص ۵۶ تا ص ۷۶

تواضع و انکساری = اعلیٰ منزل۔ عدمِ تأثر۔ قولِ جمیل نفس پر عدمِ اعتماد۔ بکثرت عجز و انکسار۔ عجز و انکسار کی وجہ۔ حاء و میم کا بھید۔ مکین بر مکان۔

خدمتِ خلق = خدمت کا مزاج۔ دردمند دل۔ مختلف خدمات۔ بلّی پر شفقت مچھر پر شفقت پتنگے پر رحم۔ جوں اور کھٹمل پر مہربانی۔ خارشی کتے کی تیمارداری۔ خدمتِ خلق کی وجہ۔

حلم و عفو = تحمل و تسامح۔ شواہد۔ فقراء کی زیادتیوں پر تحمل۔ اہلیہ محترمہ کی ایذاء پر صبر۔ شیوخ کے برتاؤ پر بُردباری۔ زلزلہ و ذِ عبرت۔

معاصرین کا ذکرِ خیر = عادتِ شریفہ۔ حضرت جیلانیؒ (حاشیہ)۔ حضرت جیلانیؒ کی یادآوری حضرت جیلانیؒ کی اولاد ہندوستان میں (حاشیہ)۔ حضرت جیلانیؒ کی یاد فرمائی۔ حضرت رفاعیؒ اور حضرت جیلانیؒ کے تعلقات۔

سلام میں پہل = بچوں سے سلام میں پہل۔ حیوانات پر سلامتی کی دُعا۔

سکوت و قلتِ کلام = کم گوئی۔ احسان شناسی

زہد و قناعت = ضرب المثل زہد۔ کثرتِ فتوحات پر بے چینی۔ قناعت کا ثمرہ۔ تکلفات سے توحش۔ لباس۔ آپ کے زہد کا اعتراف۔ غذا۔ توکل کی حقیقت۔ آپؒ کی زندگی اُمّتِ مُسلمہ کے لئے نمونہ۔

بحیثیتِ حق بین و حق گو

از ص [illegible] تا ص ۹۲

مجلس کا رنگ۔ زمانہ کی چال۔ زمانہ کا تریاق۔ توحید کی حقیقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صحابۂ کرامؓ کے مراتب کا بیان اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت۔ محبتِ اہلِ بیت کی تاکید۔ رعایتِ حدود کی تاکید۔ دائمی سعادت کی کنجی کامل اتباع ہے۔ ارکانِ اسلام کی پابندی کی تاکید۔ زندگی کی حقیقت۔

حضرت کاش البرنی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور محققانہ تصنیفات

۱۔ مسائل کا حل حصہ اول	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۔ مسائل کا حل حصہ دوم	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۳۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۴۔ عملیات حصہ اول	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۵۔ عملیات حصہ دوم	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۶۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۷۔ ستاروں کی حکومت حصہ اول	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۸۔ ستاروں کی حکومت حصہ دوم	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۹۔ تعویذ اور عملیات	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۰۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۱۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۲۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۳۔ پتھروں کے مخفی خواص	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۴۔ [illegible] حصہ اول	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۵۔ [illegible] حصہ دوم	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۶۔ روحانی قرآن حصہ اول	قرآن سے علاج کے سوال و جواب	قیمت [illegible] روپے
۱۷۔ روحانی قرآن حصہ دوم	قرآن سے علاج کے سوال و جواب	قیمت [illegible] روپے
۱۸۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۱۹۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۰۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۱۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۲۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۳۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۴۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۵۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۶۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے
۲۷۔ [illegible]	[illegible]	قیمت [illegible] روپے

رسالہ روحانی دنیا کا نمونہ مفت منگوائیں اس کا سالانہ چندہ ۳۰۰ روپے ہے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر کریں یا رسالہ وی پی سے منگوائیں۔

اوراق پبلشرز پی آئی بی ... کراچی فون: 4947857 فیکس نمبر: 4942626
E-mail: auraq@super.net.pk
پوسٹ بکس نمبر ... پی آئی بی کالونی کراچی

[illegible] اوراق پبلشرز نے باہتمام [illegible] چھپوا کر دفتر رسالہ روحانی دنیا پی آئی بی کالونی کراچی [illegible] سے شائع کیا